ملفوظات

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی

از
محمد عمر شاہ الوری

مرتب
ڈاکٹر صبغۃ اللہ
گورنمنٹ آرٹس کالج ــــ ٹمکور

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

سال اشاعت ۱۹۹۱ء

تعداد

کاتب

سرورق

ناشر

قیمت

مولف ڈاکٹر محمد صبغت اللہ

ملنے کا پتہ

۲۷ تانڈوا مورتی سٹریٹ۔
سات باولی مدراس ۶۰۰۰۰۱

۳/۶ امتیاز بلڈنگ فورتھ کراس روڈ
ماریا ڈنا منی ریڈی پالیہ بنگلور-۶

مولف کے دیگر تصانیف

۱) سیرا تاریخ کے آئینہ میں
۲) صفی کف (کنڑ ترجمہ)
۳) مثنوی فتح نامہ ٹیپو سلطان / اضطراب سلطانی
۴) ساحر لدھیانوی شخصیت و فن
۵) محسن کاکوروی ایک عظیم نعت گو شاعر
۶) خلائی سائنس میں ہندوستان کی پیش رفت
۷) مثنوی سوز و گداز عشق نظیر دکنی

زیر طبع

۱) تصوف اور صوفیائے کرام
۲) دھرمگلنا متُّ مسلم شرنرو (کنڑ)
۳) ڈرامے کا فن اور انارکلی
۴) غواصی کی مثنویوں کا تنقیدی مطالعہ (مقالہ برائے پی ایچ ڈی)

مقدمہ

خلجیوں کے زوال کے بعد جب تغلق خاندان نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی تو اس خاندان کا ایک بادشاہ محمد تغلق نے جس کا دور حکومت ۱۳۲۵ سنہ ء سے ۱۳۵۱ سنہ ء تھا اس کا دلی ارادہ تھا کہ ساری دنیا کو فتح کرلے اور اپنی سلطنت میں امن وامان اور آشتی کام قائم رہے۔ اسی غرض سے اس نے طے کیا کہ دہلی کے بجائے دولت آباد (دیوگری) کو پائے تخت بنالے۔ اس بادشاہ نے ۷۲۷ سنہ ھ مطابق ۱۳۲۷ سنہ ء میں ایک حکم نامہ جاری کیا کہ دہلی کی ساری آبادی دولت آباد منتقل ہوجائے۔ اس حکم نامہ کے تحت درباری، عمال، امراء، شرفا، تجار، پیشہ ور، اہل حرفہ، ارباب ہنر نوکر چاکر، امیر غریب یہاں تک کہ کتے اور بلیاں تک دولت آباد کی طرف چل دیئے

اس سے قبل علاء الدین خلجی نے شمالی ہند کے لاتعداد خاندانوں کو دکن گجرات اور مالوہ میں حکمران بنا کر آباد کیا تھا اور اب محمد تغلق ساری دلّی اٹھا کر دولت آباد لے آیا۔ اب یہاں تہذیبی معاشرتی اور لسانی سطح پر کیا کیا تبدیلیاں آئیں اور اس کے کتنے دوررس اثرات مرتب ہوئے ہوں گے۔ آپ ہی اندازہ لگا سکتے ہیں

ابھی یہ لسانی و تہذیبی عمل جاری تھا کہ امیران صدہ (مفتوحہ علاقوں کے منتظمین جن کو علاء الدین خلجی نے اپنے مفتوحہ علاقوں کے انتظام کو مؤثر و بہتر بنانے کے لئے مقرر کیا تھا اس ترک سردار کو امیر صدہ کہا جاتا ہے) جن کے آپس میں گہرے مراسم تھے سب نے مل کر محمد تغلق کے خلاف بغاوت کردی اور سارے دکن پر قبضہ کرلیا ایک امیر علاء الدین کو ۷۴۸ سنہ ھ مطابق ۱۳۴۷ سنہ ء اپنا بادشاہ بنالیا۔ جس نے بہمنی کے

لقب سے ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ دکن کی ساری سلطنت ان لوگوں کے ہاتھ آگئی یہ لوگ شمالی ہند کے ترک ہونے کے باوجود خود کو "دکھنی" کہنے پر فخر محسوس کرتے۔ اس نئی سلطنت کی بنیاد میں شمال دشمنی شامل تھی۔ شمال دشمنی کے جوش میں انہوں نے دکھن سے متعلقہ تمام عناصر کو ابھارا، مقامی روایات کی حوصلہ افزائی کی دیسی رسم ورواج میلوں ٹھیلوں اور تہواروں کو ترقی دی۔

آپسی ربط و ضبط، میل جول اور معاشرت و تہذیب کو گہرا کرنے کے لئے اس زبان کی سرپرستی کی جو دکن کے مختلف زبانوں میں بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے رائج تھی جسے آج ہم اردو کے نام سے جانتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شمال اور جنوب میں ایک تہذیبی دیوار کھڑی ہوگئی اور برعظیم کے یہ دونوں حصے طویل عرصے تک ایک دوسرے سے کٹ کر رہ گئے اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء سے تقریباً ۳۵۰ سال سے بھی زیادہ عرصے تک یہ زبان جو شمالی ہندوستان سے یہاں آئی تھی۔ دکن کے لسانی تہذیبی اثرات کو قبول کرتی ہوئی نشوونما پاتی رہی۔ یہی وہ زبان ہے جسے آج بھی " دکھنی اردو " کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس زبان کا ادب آج بھی اردو زبان کی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔

دکھن میں اردو زبان کے پھیلنے بڑھنے اور پروان چڑھنے اور ایک بین الاقوامی زبان کی حیثیت اختیار کرنے کے دیگر اسباب یہ تھے

۱) دکھن میں مختلف زبانیں رائج تھیں۔ لیکن ان میں تین بڑی زبانیں تلنگی کنڑی اور مرہٹی تھیں۔ ان سارے زبانوں کے وجود کے باوجود کوئی زبان ایسی نہیں تھی جو مختلف طبقوں اور علاقوں کے درمیان معاملات معاشرت اور میل جول کا ذریعہ بن سکتی۔ مسلمانوں کے ساتھ جو زبان یہاں آئی تھی یہ کام سلیقے کے ساتھ انجام دینے لگی

۲) مسلمانوں نے جب دکھن فتح کیا تو یہاں کے سیاسی حالات ابتر تھے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جو ہمیشہ خانہ جنگیوں میں مشغول رہتیں۔ تہذیبی سطح پر یہاں کا تہذیبی و معاشرتی ڈھانچہ کمزور ہو کر ٹوٹ چکا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی قوت عمل

اور فکری توانائی سے اس میں نئی روح پھونکی اور وسیع تر اتحاد کا ایک نیا سبق دیا
اردو زبان وسیع تر اتحاد کی اس قوت کے سہارے دکن میں تیزی سے پھیلی اور
ضرورت بن کر ابھری

میں کوئی فاتح کسی ملک پر اچانک حملہ نہیں کر دیتا بلکہ اپنے حملہ کے لئے برسوں
سے راستہ ہموار کیا جاتا ہے اور یہ کام مبلغ دین سیاح اور تاجر انجام دیتے ہیں جن
کے ذریعہ معاشرے کے اندرونی سیاسی اور تہذیبی حالات انتشار اور قوت و کمزوری
کی صورتیں سامنے آتی ہیں اور فاتحوں کو دعوت عمل دیتی رہتی ہیں۔ یہی عمل دکھن میں ہوا

خلجی کی فتح دکن سے پہلے ہی بزرگان دین کے نام ملتے ہیں جو دکھن کے مختلف علاقوں
میں خاموشی سے اپنے اپنے کام میں مصروف تھے جیسے ۱) حاجی رومی ۵۵۹ھ مطابق
۱۱۶۰ء ۲) سید شاہ مومن ۵۹۷ھ مطابق ۱۲۰۰ء ۳) بابا سید مظہر عالم ۶۲۲ھ
مطابق ۱۲۲۵ء ۴) شاہ جلال الدین گنج رواں ۶۴۵ھ مطابق ۱۲۴۷ء ۵) سید احمد
کبیر حیات قلندر ۶۵۹ھ مطابق ۱۲۶۰ء ۶) بابا شرف الدین ۶۸۷ھ مطابق
۱۲۸۹ء ۷) بابا شہاب الدین ۶۹۱ھ مطابق ۱۲۹۱ء۔ علاءالدین خلجی کی فتح دکن
کے بعد روحانی پیشوائی کے اس سلسلہ کو اور فروغ حاصل ہوا جیسے پیر مقصود
۷۰۰ھ مطابق ۱۳۰۰ء ۲) پیر جمنا ۷۰۳ھ مطابق ۱۳۰۳ء ۳) شاہ منتخب الدین
زرزری بخش ۷۰۹ھ مطابق ۱۳۰۹ء ۴) پیر مجھلے ۷۳۲ھ مطابق ۱۳۳۱ء
۵) سید یوسف شاہ راجو قتال ۷۳۶ھ مطابق ۱۳۳۵ء ۶) شاہ برہان الدین
غریب ۷۳۸ھ مطابق ۱۳۳۶ء ۷) شیخ ضیاء الدین ۷۳۹ھ مطابق ۱۳۳۷ء
وغیرہ بہت سے دوسرے صوفیا کرام دکن کے مختلف علاقوں میں سجادہ بچھائے درستیٔ
اخلاق و تبلیغ دین میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ان بزرگوں نے یہاں کی مقامی زبانوں
کے الفاظ میں شمال کی زبان ملا کر ایک ایسا بولی تیار کیا جس سے اظہار کی مشکل
حل ہوگئی۔ اردو زبان کی ابتدائی ترقی میں ان لوگوں کی نامعلوم کوششیں ناقابل
فراموش ہیں۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ شمال سے جو زبان جنوب کی طرف گئی
اس کی دو شاخیں ہوگئیں۔ دکھن میں گئی تو دکھنی لہجے اور الفاظ کے داخل ہونے
سے دکھنی کہلائی اور گجرات میں پہنچی تو وہاں کی مقامی خصوصیات کی وجہ سے گجری

یا گھبرائی ہی جانے لگی

اس دور کی زبان تلفظ کے سلسلے میں کسی اصول کی پابند نہیں ہے۔ ضرورت شعری کے مطابق جس لفظ کو جس طرح چاہا استعمال کر لیا۔ شوبیں سکلتہ لفظ کو کھینچ کر پڑھنے سے دور ہو جاتا ہے اور کبھی متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک کرنے سے وزن درست ہو جاتا ہے۔ جیسے عَقَلْ (عقل) عِشَقْ (عشق)

ہ ھ عام طور پر استعمال میں نہیں آتی۔ جیسے مج (مجھ) تج (تجھ) بوجنا (بوجھنا)۔ ہ کے بجائے "ی" کا استعمال بھی ملتا ہے جیسے کنا (کہنا)

سیں، سوں، سیتی، تے اور تھی کے الفاظ "سے" کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ مذکر و مونث میں کوئی باقاعدگی نہیں ایک ہی لفظ ایک جگہ مذکر آتا ہے اور دوسری جگہ مونث۔ یہ طریقہ بعد کے دور تک جاری رہا۔ ہر زبان کے ابتدائی ادبی دور میں یہی عمل ملتا ہے۔ جیسے سارا عمر (۱۰۲) خدا کا محبت (شعر نمبر ۱۱۷)

املا کے باقاعدہ اصول مقرر نہیں ہیں۔ یائے معروف و مجہول میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا ٹ ڈ ڑ کو ت د ر لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح ک کے لئے اور گ کے لئے ایک ہی مرکز استعمال کیا جاتا ہے۔ ٹ کے لئے نقطوں کے 'ط' کے بجائے ت لکھا جاتا ہے اور ڈ کے لئے 'ڈ' اس طرح کے نقطے لکھے جاتے ہیں اور ڑ پ اسی طرح۔ املائی مثالیں سی کمائے (سکھائے) بوج (بوجھ) ذ کے بجائے ج کا استعمال عام ہے۔

مرہٹی "چ" جس کے معنی "ہی" کے ہوتے ہیں گجری کی طرح دکنی ادب کے اس دور میں بھی ملتی ہے۔ فعل اسم ضمیر صفت سب کے ساتھ "چ" لگا کر "ہی" کے معنی لیے جاتے ہیں جیسے "آپیچ" (شعر نمبر ۱۵) دیساچ (۱۹۵) طریقیچ (۲۱۱) ویسیچ (۲۵۸) ہوج (۸۵)

جے بمعنی جو، اگر اور حرف عطف "ہور" بمعنی اور استعمال کیا جاتا ہے "ابے" جو مرہٹی اور سندھی میں آج بھی مستعمل ہے۔ قدیم اردو میں کثرت سے استعمال کیا جا رہا ہے اور "ہیں" جمع کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ "اتھا" بمعنی (تھا) "اتھیں" اور اتھے بھی ملتے ہیں۔

جمع "اں" لگا کر بنائی جاتی ہے۔ جیسے مرد+اں - مرداں ہاتھ - ہاتاں پاؤں - پاداں وغیرہ یہ طریقہ دسویں صدی ہجری کے وسط میں زیادہ مقبول ہوا عمایاں (۹۷) عاقلاں (۱۲۸) ۵۴ خطریاں (۷۹ / ۱۷۹) دھالیاں ۲۱۱ منافقاں ۲۲۰ انکھیاں ۲۳۲ قدماں ۲۳۵ -

ماضی مطلق بنانے کے لئے عام طور پر علامت مصدر گرانے کے بعد "یا" کا
اضافہ کر دیا جاتا ہے جیسے چکھنا - دیکھنا - لکھنا (کھلنا ملنا) وغیرہ کا ماضی مطلق چکھیا
دیکھیا لکھیا (کھلیا ملیا) بنایا جاتا ہے -

اس دور میں قریبی آواز کے مطابق قافیہ لانا جائز سمجھا جاتا ہے
جیسے منزا کا قافیہ وضع، نجات کا قافیہ شفاعت (شفات) وغیرہ -

دکھنی میں گجری کی طرح بعض ہندی الفاظ بھی ملتے ہیں جیسے آدھار، سنگرام
نرادھار، آکار، سنگات، لابھ، ندہان، سور وغیرہ یہ الفاظ ان زبانوں سے آئے
ہیں جن کے بولنے والوں نے ویدک دھرم قبول کر لیا تھا

دکھنی میں کنڑ زبان کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے ڈاکھلہ - داخلہ
یعنی ثبوت کے معنوں میں - اپروپ جس کے معنی نایاب اور کمیاب کے ہوتے ہیں

گجری کے الفاظ بھی دکھنی میں مستعمل ہیں جیسے ناد (آواز) پیلا (پہلا)

گجری کی طرح اس دور میں 'ہار' اور 'ین' لگا کر مرکب الفاظ بنائے گئے ہیں
جیسے سرجن ہار، کہن ہار، (لیان ہار) وغیرہ

میرے پاس ایک بیاض کی نقل (زیراکس) موجود ہے جو مجھے سرا میں ایک
چشتیہ سلسلے کے بزرگ فرید اللہ شاہ حسینی (تفصیل کے لئے دیکھئے سرا تاریخ کے
آئینے میں) کے لواحقین سے ملی اس بیاض میں صرف مذہبی مثنویاں ہیں جیسے
چہار کرسی طریقت، نور نامہ (مصنف شاہ شبیر سنہ ۱۱۱۱ھ) نجات نامہ - ایانی
قادر نامہ، محی الدین نامہ علی نامہ وغیرہ موجود ہیں - بیاض کے آخر میں ایک
مثنوی ہے بعنوان "این رسالہ خواجہ ناصر الدین چراغ دہلوی کہ نصیحت
طریقت حقیقت گفتہ است موجود ہے - اس عنوان دیکھتے ہی مجھے تعجب ہوا کہ
خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی دکھنی مثنوی ؟ اسی سے میری دلچسپی بڑھی
اور میں نے تحقیق شروع کی - مختلف چشتیہ بزرگوں سے اس بارے میں دریافت کیا
کتابوں کو کھنگالا، مثنوی کو بار بار پڑھا کہ کہیں اس مثنوی میں شاعر کا نام
مل جائے یا سنہ (یا عیسوی ہی ملے) وغیرہ لیکن وہ بھی نا پید - آخر اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ
حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے ملفوظات کو دکھنی میں نظم کیا گیا ہے
یہ رسالہ ناقص ہے (درمیان مثنوی (شعر نمبر ۱۸۱ کے بعد کے چند اشعار حذف ہیں
یعنی صفحات غائب ہیں جس کی صراحت مثنوی کے متن میں کی گئی ہے) یہ مثنوی ناقص
الآخر بھی ہے مثنوی کے خاتمہ پر آدھا صفحہ پھٹا ہوا ہے جس سے یہ پتہ نہیں چلا کہ

اس مثنوی کا شاعر کون ہے یا کاتب کون ہے وغیرہ وغیرہ جو عام طور پر مثنویوں کے آخر میں آجاتا ہے اور ترقیمہ سے پتہ چل جاتا ہے کہ شاعر یا کاتب اور مقام وغیرہ کا پتہ معلوم ہو ہی جاتا ہے لیکن اس رسالے میں تو یہ چیزیں ناپید ہیں۔

البتہ اس بیاض کی دیگر مکمل مثنویوں سے جب اس مثنوی کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو اتنا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس مثنوی (رسالہ) کا شاعر و کاتب بھی وہی ہے جو دیگر مثنویوں کا ہے۔ جیسے چہار کرسی طریقت میں شاعر نے اپنا نام محمد غلام بتایا ہے اور اپنے مرشد کا بھی پتہ دیتا ہے جیسے شعر یو مرشد عمر کا محمد غلام اور ترقیمہ میں نام محمد عمر ساکن شاہ نور لکھا ہوا ہے اسی طرح محی الدین نامہ جو حضرت عبد القادر جیلانیؒ قدس سرہ کے بارے میں لکھی ہوئی ہے مثنوی کے ترقیمہ میں وہی نام اس طرح ملتا ہے غلامان غلام کمترین محمد عمر ولد محمد حسین اور کتاب کے مالک کا نام محبوب شاہ مولا۔ اسی طرح مثنوی علی نامہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لکھی گئی ہے اس مثنوی کا خط (Hand Writing) اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے رسالے کا خط ایک ہی ہے قیاس یہی کہتا ہے کہ علی نامہ اور رسالہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کا شاعر ایک ہی ہے کیونکہ علی نامہ اور رسالہ چراغ دہلیؒ کا اسلوب زبان اور خط ایک ہی ہے ممکن ہے کہ رسالہ کا شاعر بھی وہی ہے جو علی نامہ کا ہے۔

لیکن تاریخ تصنیف کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ علی نامہ میں کوئی سند درج نہیں ہے علی نامہ کے ترقیمہ کے بعد حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی منقبت ہے علی نامہ کی تاریخ کے بارے میں وہ صرف اتنا لکھتا ہے مبارک مہینہ کی میلے کی رات پندرھواں دن اور شعر "مخدوم حسینی بندہ نواز تھی تاریخ صندل گیسو دراز" اس سے اتنا تو واضح ہو جاتا ہے کہ علی نامہ مثنوی کی تصنیف عرس کے موقع پر کی گئی۔ اور یہ رسالہ لگ بھگ اس کے بعد لکھا گیا ہے۔ لیکن سند کے درج نہ ہونے پر یہ واضح نہیں ہوتا کہ کب لکھی گئی۔

اس ساری بحث کا نتیجہ اتنا ضرور نکلتا ہے کہ شاعر محمد عمر ہے اور شاہ نور کا رہنے والا ہے اس کے والد کا نام محمد حسین ہے اور مرشد محمد غلام

اس مثنوی کی تشریح کرنا یا اس کا خلاصہ ہی بیان کرنا یہاں بے محل ہوگا کیونکہ خود شاعر نے ملفوظات کو آیات قرآنی و احادیث کے ساتھ ساتھ بیان

کیا ہے تصوف کے مسائل بیان کئے ہیں ہر مسئلہ کی تشریح اشعار ہی میں مل جائے گی۔

اس رسالے کا کوئی دوسرا نسخہ میری نظر سے نہیں گذرا اگر اس کا دوسرا نسخہ مل جاتا تو متن کے مقابلے کے ساتھ ساتھ مکمل مثنوی مل جاتی۔ تصوف کے رسائل دکنی اردو میں آج سے چھ سو سال قبل تصنیف ہونے شروع ہوئے ہیں کسی زندہ زبان کے لئے چھ سو سال کا عرصہ بہت لمبا ہے ماہر لسانیات کا تجربہ ہے کہ ہر چالیس سال کے بعد ہر زندہ زبان میں بول چال، لب و لہجہ محاورات اور الفاظ کے ترک و استعمال میں کافی تغیر آجاتا ہے۔ اس طرح لازمی طور پر ان رسائل کی زبان آج کی اردو سے مختلف اور بہت مختلف ہے۔ اطراف و اکناف کے علاقوں کی بولیوں سے بھی زیادہ متاثر ہے۔

مثنوی کا آغاز یوں ہوتا ہے

اس رسالہ حضرت خواجہ ناصر الدین چراغ دہلیؒ
کہ نصیحت طریقت حقیقت گفتہ است

در تعلیم لطف و سخا میر باش سخاوت بود بیش اہل مقبلاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁

تیرا صفت میں نام ہوتا بلند	سخاوت سوں جائے گناہاں کے گلند
دیگر اس پر سن آیت کلام	جو معلوم ہوئے تجھ کوں نیک نام

مثنوی کے بارے میں شاعر کا کہنا ہے کہ عارف عاشق و واصل سے میری ایک ناقص عرض یہ ہے کہ اس مثنوی میں کوئی غلطی پائی جائے تو مجھے جاہل مت سمجھئے مجھ پر کرم کی نظر کیجئے اے کاملو! مجھے حقارت کی نظر سے مت دیکھئے میری عیب پوشی کیجئے گا خدا اس کی جزا دیگا مجھے مت دیکھو میرا کہنا دیکھو اور میری باتوں کو دل میں رکھو پہلے کے بزرگوں نے جو کہا ہے غور سے سنو" کسی کی خطاؤں کو دیکھو تو اس پر طعنہ زنی نہ کرنا کیونکہ جہاں تک انسان بستا ہے کوئی خطا و نسیان سے خالی نہیں ہے"۔ (دیکھئے شعر نمبر ۴۱ تا ۵۸)

اہل تصنیف از ناقص خود عجز عارفاں و عاشقاں و واصلاں می گوئد

- - - - - - - - - - - - - - - - -

نہ کوئی نفس خالی خطا جان ہے جہاں تک بشر اور انسان ہے۔

سبب تالیف کے بارے شاعر کا کہنا ہے

میں نے یہ اشعار اس لیے کہے کہ میری ایک یادگار باقی رہ جائے جس کسی نے بھی یہ اس کتاب کا مطالعہ کیا یا دوسروں سے سنا خدا اس کو عمل کی توفیق عطا کرے۔ مجھ گنہگار پر کرم کیا جائے میں جانتا ہوں کہ میں گنہگار ہوں لیکن ایک آسرا مجھے مرشد کا ہے۔ جب میں نے یہ کتاب تصنیف کرنی چاہی تو خدا کی مہربانی سے میرے دل کے در کھلے اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا مرشد سے مراد مانگی مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے میرے گناہ بھی دھل جائیں گے اور میں شفاعت بھی پا سکوں گا۔

کہا ہوں جو اس واسطے یو اشعار　　ہر ایک کو یو رہے یادگار

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

کہ اکثر گناہوں سے پاؤں نجات　　بھی ایمان سوں ملکر پاؤں شفات

(شعر نمبر ۵۹ تا ۶۶)

اس تمہید کے بعد طریقت کا بیان شروع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اینا سن طریقت کا یہاں سوں بیان　　اگر ہے عقل تجھ میں ہور ہوش کناں

(شعر نمبر ۶۸)

اس مثنوی میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے ملفوظات کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے ۱) نصیحت ۲) طریقت اور ۳) حقیقت۔ شریعت اور معرفت کا بیان نہیں ہے۔ اس مثنوی میں کل چھ آیات قرآنی اور گیارہ احادیث لائی گئی ہیں کل تعداد اشعار ۵۷۱ ہے۔

چونکہ یہ مثنوی سلسلۂ چشتیہ کے بزرگ سے منسوب ہے جیسا کہ مثنوی کے شروعات میں اس رسالہ کو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی گفتار کا نتیجہ بتایا گیا ہے اور مثنوی کے اوائل حصہ میں حضرت نظام الدین اولیاء کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ مناسب ہوگا کہ سلسلۂ چشتیہ کے ان بزرگان کی دینی خدمات و سوانح سے کچھ تعارف کرادیا جائے

مشائخ چشت نے دین اسلام کی اشاعت، تبلیغ کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ جہاں تک اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہے خواجہ بندہ نواز نے ان کی شروعات کیں اور اس روایت کو ان کے مریدین نے بھی آگے بڑھایا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا اصل نام نصیر الدین تھا آپ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے محمود گنج خطاب اور لقب روشن چراغ۔ آپکے دادا لاہور سے ہندوستان آئے۔ آپکا سلسلۂ نسب حضرت امام حسنؓ تک پہنچتا ہے۔ آپکے والد لاہور میں پیدا ہوئے اس کے بعد اودھ منتقل ہوئے چنانچہ آپکی پیدائش اودھ میں ہوئی نو سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا۔ آپکی والدہ محترمہ نے آپکی پرورش کی۔ بچپن ہی سے نفس کشی اور مجتہد تھے۔ کبھی نماز باجماعت ترک نہ کی۔ سات سال تک ایک درویش کے ساتھ بلا ناغہ نماز پڑھی۔ یہیں مجاہدے اور ریاضت کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب چالیس سال کی عمر ہوئی تو آپ دہلی تشریف لے گئے۔ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور محمود گنج خطاب پایا۔ حضرت نظام الدین اولیاء سے آپکو بہت عقیدت تھی۔ اپنے مرشد کا ہمیشہ خیال رکھتے اور ان کی خدمت میں مصروف رہتے۔ نظام الدین اولیاؒ بھی خواجہ نصیر الدین چراغ سے کافی محبت رکھتے تھے۔ امیر خسروؒ اور نصیر الدین چراغؒ دونوں ہمعصر ہی ہیں اور پیر بھائی بھی۔ جب نصیر الدین چراغؒ نے آبادی سے دور جنگل میں رہ کر اطمینان سے عبادت میں مشغول رہنے کا ارادہ کیا تو اس ارادے سے امیر خسرو کو مطلع کیا اور مرشد سے اس کی اجازت دلانے کی درخواست کی۔ امیر خسرو نے موقع و محل دیکھ کر مرشد کی خدمت میں نصیر الدین چراغ کی درخواست پیش کی۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ نے اسی وقت خواجہ نصیر الدین چراغؒ کو طلب کیا اور اپنے اس ارادے کی تصدیق چاہی اور آپ نے حکم دیا کہ "خلق خدا کے درمیان رہ کر مخلوق کے درد کو دور کرو"۔ آپ نے مرشد کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور مرتے دم تک مخلوق کے درمیان رہ کر مرشد کے حکم کی تعمیل کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔

آپکے مریدوں میں سے ایک مرید ترابا کو آپ سے بہت رقابت تھی ایک

دن آپ اپنے حجرے میں عبادت میں مشغول تھے تو موقع پا کر تراب نے آپ پر گیارہ وار کئے اور سمجھا کہ آپ شہید ہو گئے بھاگ نکلا مگر پکڑا گیا۔ آپ ابھی زندہ تھے۔ آپ کے لواحقین اور مریدین نے چاہا کہ تراب کو کڑی سے کڑی سزا دی جائے۔ مگر آپ نے منع کیا اور تراب کو کچھ دولت دیکر رخصت کیا۔ اپنے قاتل کے ساتھ یہ سلوک یہ حوصلہ کہ اپنا خون معاف کرنے کے علاوہ اسے دولت دیکر رخصت کرنا یہ اپنے مرشد کے اس قول پر عمل تھا کہ "خلق خدا کے درمیان رہ کر مخلوق کے درد کو دور کرو"۔ آخر دم تک اپنے مرشد کے قول پر عمل کرنے والے یہ تھے وہ اللہ والے بزرگ اگر آپکی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید ہی اس قسم کا عمل دکھایا جاتا۔

اس قاتلانہ حملے کے بعد آپ نے ۱۷ یا ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو وفات پائی۔ آپ کے مریدین میں اکثر مرید صاحب کمال ہوئے۔ مگر آپ نے کسی کو خلافت عطا نہیں کی۔ مگر صرف فرقہ سید محمد گیسو درازؒ کو عطا فرمایا۔ آپ نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد ان کی قبر میں ان کا پیالہ سر کے نیچے رکھ دیا جائے۔ تسبیح انگلیوں میں پہنا دی جائے اور جوتے و عصا پاؤں کے پاس رکھ دیں۔ یہ اشارہ تھا کہ آپ کسی کو خلافت نہیں دے رہے ہیں۔

کمال الدین فیروز شاہ تغلق آپ کا بہت بڑا ارادت مند تھا۔ آپکی وفات کے بعد آپکی درگاہ پر گنبد تعمیر کروایا۔ پھر درگاہ کا دروازہ بارہ برس بعد خود فیروز شاہ نے تعمیر کروایا۔

خواجہ دکن ابو الفتح صدر الدین سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نوازؒ کو ہم سب ولی کامل اور ہادی اعظم کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اکثر لوگ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وہ بہت بڑے عالم دین اور عربی و فارسی کی کئی بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپکی پیدائش ۷۲۰ھ مطابق ۱۳۲۱ء بمقام دہلی ہوئی دلّی کو جب دولت آباد میں بسایا گیا تو آپ بھی لڑکپن میں اپنے خاندان کے ساتھ دولت آباد تشریف لائے۔ آپ کے والد سید شاہ راجو قتال حسینی المتخلص بہ راجا دولت آباد ہی میں انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ جب دلّی دوبارہ بسائی گئی تو دلی کے بہت سے خاندانوں کی طرح آپ کا خاندان بھی دلّی منتقل ہو گیا۔ لڑکپن اور جوانی میں عبادت و ریاضت کا یہ عالم رہا جو عام طور

پر صلحاء کا ہوتا ہے۔ اپنے مرشد حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے وصال کے بعد تیمور کے حملے سے کچھ پہلے ۸۰۰ھ مطابق ۱۳۹۸ء میں آپ نے دلی کو خیر باد کہا۔ گجرات سے ہوتے ہوئے دکن کا رخ کیا۔ گوالیار، جھانسی، چندیری، بڑودہ وغیرہ میں قیام کرتے ہوئے ۸۰۳ھ مطابق ۱۴۰۱ء کے قریب قریب گلبرگہ پہنچے اس وقت گلبرگہ میں بہمنی سلطنت کا آٹھواں فرمانروا سلطان فیروز شاہ بہمنی تھا جس نے اپنے پایۂ تخت میں آپکا شاندار استقبال کیا۔ گلبرگہ پہنچنے کے بعد آپ نے ۲۱ سال یہیں گذارے اور ۱۶ ذی قعدہ ۸۲۵ھ مطابق ۱۴۲۲ء میں وفات پائی۔

گلبرگہ تشریف لانے سے پہلے حضرت بندہ نوازؒ فارسی زبان میں تصوف و عرفان کے موضوعات پر کئی کتابیں تصنیف کر چکے تھے۔ چشتیہ سلسلے کے بزرگوں میں اس موضوع پر آپ ہی نے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔ خواجۂ ہند حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ سے لیکر شیخ نصیر الدین چراغؒ دہلی تک ایک سے بڑھکر ایک ولی چشتیہ سلسلے میں گذر چکے تھے۔ ان بزرگوں نے تصنیف و تالیف کو اپنا مشغلہ نہیں بنایا۔ شاید اللہ تعالی کو یہی منظور تھا کہ تصوف اور عرفان جیسے نازک اور پیچیدہ مسائل پر خواجہ بندہ نوازؒ کے قلم کے ذریعے پردہ اٹھایا جائے۔

حضرت بندہ نوازؒ نے تصنیف و تالیف کا آغاز فرماکر اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کے لئے ایک نہایت شاندار اور قابل تقلید روایت قائم کردی۔ اس روایت کے اثرات بہت دوررس اور دیرپا ثابت ہوئے آپ کے خلفاء اور مریدین میں بیجاپور کے مشہور بزرگ شمس العشاق ہیں۔ آپ نے اردو نظم میں ایک کتاب "شہادت الحقیقت" اور نثر میں کچھ رسالے تصوف کے موضوع پر تالیف کئے۔ آپ کے فرزند شاہ برہان الدین جانم نے بھی کئی رسالے لکھے۔ آپ کے پوتے امین الدین اعلی بھی اپنے والد اور جد امجد کے نقش قدم پر چل کر محبت نامہ اور چند رسالے تحریر کئے جو آپکی یادگار ہیں اسی طرح اس خاندان کے مریدوں نے بھی تصنیف و تالیف میں وہی روش اختیار کی جو ان کے مرشدوں نے اختیار کی تھی ان ہی میں ایک سید میران حسینی ہیں جو حضرت امین الدین اعلی کے مریدوں میں سے تھے۔ یہ کئی رسالوں کے مصنف ہوئے ان کی سب سے مشہور اور ضخیم کتاب شرح تمہیدات ہمدانی ہے جو تمہیدات عین القضات ہمدانی کا ترجمہ ہے

ابتدائی دور کی اردو نثر کی کتابوں میں سب رس کے بعد سب سے اہم کتاب مانی جاتی ہے حضرت بندہ نوازؒ کے رسائل کا موضوع تصوف اور عرفان ہے۔ تصوف کے بعض نہایت نازک اور پیچیدہ مسائل ان رسائل میں بیان ہوئے ہیں۔ اسلامی تصوف کے گہرے مطالعے اور خاصکر صوفیا کی اصطلاحات سے واقفیت کے بغیر ان رسائل کے مطالب کی تہ تک پہنچنا اور ان کو پوری طرح سمجھنا قریب قریب ناممکن ہے یہ ایک مخصوص فن پر لکھے ہوئے رسائل ہیں جس طرح سائنس طب یا کسی اور فنی موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں سے اس فن کی مخصوص اصطلاحوں اور ضابطوں کے علم کے بغیر ایک عامی کا ان رسائل سے استفادہ ناممکن ہے

زیر نظر مثنوی کے متن کی ترتیب میں قدیم املا جو الفاظ کے تلفظ پر مبنی ہے قاری کی سہولت کے لیے جدید املا میں بدل لیا گیا ہے تاکہ رسالے کو پڑھنے میں آسانی ہو۔ اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے ملفوظات اور تصوف کے مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ قیاس یہی ہے کہ شاہ دریا ساؤ نور کے یہ شاعر سلسلۂ چشتیہ کے اہم بزرگوں میں سے ایک ہوں گے جنہوں نے اپنے مرشدوں کی روایت کو آگے بڑھایا، تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا اور اسی کے ذریعہ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے:

امید کرتا ہوں کہ قارئین اکرام و اہل تصوف اور تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کار خیر کو پسند کریں گے۔ میں جناب باجو صاحب ساکن پیرا کا بھی مشکور رہوں جنہوں نے اس بیاض سے استفادہ کرنے میں حتی الامکان مدد کی جس کی وجہ سے آج یہ رسالہ قارئین اکرام و قدردانان تصوف کے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قارئین و سامعین کو نیک عمل کی توفیق دے۔ آمین

ڈاکٹر محمد صبغت اللہ
مورخہ ۱۰-۱۲-۹۰ء

صدر شعبۂ اردو
گورنمنٹ آرٹس کالج
ٹمکور
۵۷۲۰۱۲

این رسالہ حضرت خواجہ ناصر الدین چراغ دہلویؒ
کہ نصیحت طریقت حقیقت گفتہ است

این رسالہ حضرت خواجہ ناصر الدین چراغ دہلوی رح

کہ نصیحت طریقت حقیقت گفتہ است

در اقلیم لطف و سخا میر باش سخاوت بود پیشہ مقبلاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیرا صفت میں نام ہو تا بلند سخاوت سوں جائیگا ناں کے گزند[1]
دگر اس پہ سن آیت کلام جو معلوم ہوئے تجھ کوں نیک نام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْہَرْ ع۲

جو سائل تجھ سوں کرے کوئی سوال تو ہرگز نہ جھڑ کا اسے کم خیال
خدا نے دیا ہے تو کچھ اس کو دے ہو محتاج آیا ہے تیرے کنے ع۳
خدا کے جو مسکین ہیں ہور[4] یتیم ان[5] کا تو اضع جو کر مستقیم
کھلاوے[6] پناوے یا دیوے مکاں خدا کو کھلایا دیا کرکے جان
و لے اس کی کہاں تک شرح و ثنا یوں ہی تحت صبر بہت ہے آں کے دہاں
سنو اس پہ سب بیان سخی او رجیل جو کہتے ہیں اب خدا کے خلیل

قال علیہ السلام سخیٌ حبیب اللہ ولو کان فاسقاً

بخیلٌ عدو اللہ ولو کان زاہداً

کہتے[7] ہیں سخی سو خدا کا ہے دوست اگرچہ او[8] فعلوں میں[9] سقات ہے دوست

ع۱ بے۔ پاس ع۲ سورہ ضحیٰ آیت ۱۰ ع۳ تیرے پاس ع۴ ہور: اور ع۵ ان کا ع۶ کھلائے
پہنائے یا دیئے ع۷ کہتے ہیں ع۸ وہ، ان افعال ع۹ سخاوت

بخیل ہوئے حق کا سو دشمن اہے　　اگرچہ آہے[1] کیسا ج زاہد اہے
بخیل اور سخی کا سو نئیں مرتبا[3]　　جو حضرت نے بولے سنا کر آپا
ولے مرتبہ بالو[4] سخاوت کا ہے　　نہ ایسا مگر کسی عبادت کا ہے
ولے دیکھو تو کیا ہے تیرے نصیب　　خدا تجھ کو اپنا جو بولے حبیب
خدا تجھ کو توفیق دیوے خلیل　　خدا کہ جو راہ پر سو کر لیجو سبیل

در جناب مرشد یعنی حضرت نظام الدین ثانی

ایتا اب میرے پیر کا میں بیان　　جو کرتا ہوں ظاہر نہ رکھو ابھی نہاں
ولے پیر کہتے سو معبود ہے　　وہ معبود مقصود موجود ہے
کیا پیر پیر میں ایس کوں فدا　　وہ ہیں بادشاہ میں ہوں اس کا گدا
کیا پیر پیر میں ایس کوں نثار　　وہ ہیں مجھ نرادھار[5] کا وہ آدھار[6]
مگر پیر میرا سو ایمان ہے　　کہ ایمان کیا بلکہ رحمٰن ہے
کہ باطن حقیقت مئیں[7] دیکھو کر　　وہ ظاہر سناتا ہوں بیان بولکر
نظام الدین میرا خدا اور رسول　　کیا بھید مخفی وہ مجھ پر حصول
وگرنئیں[8] تو اسرار پانا محال　　اگر مجھ عمر ہوتی کئی ایک سال
نظام الدین رب آپ ہو مجھ لیا　　تو تب راز اسکا مجھ پر کھلیا[9]
پلایا وہ جب عشق اپنے کا جام　　ہوا مدعا اس میں میرا تمام
نظام الدین میرا نبی مصطفےٰ　　نظام الدین میرا علی مرتضیٰ
ولے عشق کے جام کا سن بیان　　جو عشق کیا ڈھونڈ کر لیا عیاں
عجب جامعیت جانو عشق پرکار　　کہ گاہ مست سازد گاہ ہشیار
جو دیکھ جام دیکھے بے درنگ　　ولے کشف ہو ہر لحظہ رنگ
عجب جام ہے عشق کا جام یار　　کئی مست راکھے کئی ہوشیار
ہوا جام یک جن پیے بے درنگ　　ولے کیف ہوئے اس کے ہر لحظہ رنگ
چکھیا[10] جو اس جام کا جی مزا　　تو کیوں کہوں اسکے تئیں اس وضع
ہمی مرشد تو کہنے کا کیا ہے عجیب　　ملا جیتے اب بھوت اور مخفی لو سب
تجھے جو مرشد نظام الدین کا　　کیا چنڈی[11] سینہ سو مجھ پئیں[12] کا
وہ جب تک لوہے[13] کو نہ پارس لگے　　کہ تب تک وہ کنچن سو کیاں ہو سکے

۱ ہوتا ہے ۲ وہ کیسا ہی زاہد کیوں نہ ہو ۳ مرتبہ ۴ بالا = اونچا ۵ مجبور ۶ مختار ۷ میں ۸ نہیں ۹ کھلا ۱۰ چکھی ۱۱ بوٹی بوٹی کرنا ۱۲ کلفا ۱۳ لوہے

نہ اکسیر ڈھالے گا تانبے[1] او پر
میں لوہا[3] میرا پیر پارس اہے
میرا پیر اکسیر کہا ہوں میں تجھ
تصدق ہوں بلہارا[4] اس پیر کے
ملیا مجھ کوں اسرار کا کھان[5] رہ
۴. علم اور سپاہی کا سارا عمر
دے تو بی آخر نہ ہووے ثنا
کہ ایسے کو ایسا جو مرشد ملے
کہ جب لگ رہے گا تیرا دم میں دم
بجز پیر تو نے لیا دوجے کا نام
تو کیوں نہ ایس پیر کی یاد میں
کرم کر تو عاشق او پیر ماہ نول

تو سنا[2] وہ کیوں کر سو ہوئے گا مگر
تو کیوں نہ دو کنچن سنا ہو سکے
تو سنا کیا بارہ بنے گا مجھ
نظام الدین ثانی سے اکسیر کے
تو پہچان میں شرف مانیو
کروں خرچ اسکے اپنے سینہ بھر
ثنا صفت اس کے کہاں تک کنا
تو کیوں نہ کھو راز اس پر کھلے
ثنا پیر کی کر تو اے محترم
لیا تو کیا آخر کو آتا ہے کام
رہتا رات دن اس کے ارشاد میں
محو در محو ہووے جوں حل میں حل

دیل تصنیف از ناقص خود عجز عارفاں و عاشقاں و
واصلاں می گوئید

عرض منبع ہے ناقص کا ایک ال سیتی
اگر اس کے تیئں کچھ ہووے سہو
کرو پرورش کی نظر مجھ او پر
۵. حقارت نہ کرنا سوا لے سا ملال
ولے عیب پوشی ہے کرنا ضرور
ولے میں دیکھو میرا اپنا دیکھو
اول کے بزرگاں کہہ گئے ہیں بول

کہ عارف و عاشق و واصل سیتی
نکو کسی سو جاہل کراں کے کہو
خدا تم کو ہمت دیا ہیں اگر
کریں گے حقارت سوں بشر جاہلاں
جزا اس کا ہووے گا حق کے حضور
مگر سن کے یہ بات دل میں لکھی
سنو یار تم دل کے کانوں کو کھول

فرد

بہ پوشی گر بہ خطائے رسے طعنہ زن
گناہوں پہ کسی کی خطا کو سو دیکھو
نہ کوئی نفس خالی خطا جان ہے

کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نہ بود
نہ طعنہ رکھو اس پہ اے مرد نیک
جہاں لگ بشر اور انسان ہے

[1] تانبا [2] سونا [3] لوہا - لو یا [4] بلہارا = تصدق ہونا - قربان ہونا - فدا ہونا [5] کھان = کان
کھنا - Mine

کہا ہوں جو اس واسطے یو اشعار[۱]
ہر یک یار کو یو[۲] رہے یادگار

پڑھے یا سنے کوئی تو ہووے[۳] فائدہ
عمل کا بھی توفیق دیوے خدا

ولے کوئی اس عاشق گنہگار پر
رکھے شفقت کی مہری نظر

دیکھوں تو میرے تئیں گناہاں کو ڈھنڈ[۴]
پناہ ایک رکھتا ہوں مرشد کا ناؤں[۵]

ہوا شوق جب یو لکھنے یو کتاب
خدا کے کرم سوں[۶] کھلیا دل کا باب

اول صدق سوں کرے رب کا شکر
کہا کچھ کروں خاص دل میں ذکر

مراد مانگ مرشد سوں بولوں انگے[۷]
سنے سو دعا خیر سوں منج منگے

کہ اکثر گناہوں سے پاؤں نجات
بھی ایمان سوں مل کر پاؤں شفاعت[۸]

ایں مذکور در طریقت و حقیقت می گوئیند بشنو از دل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایتا[۹] سن طریقت کا یہاں سوں بیاں
اگر ہے عقل تجھ میں ہور[۱۰] ہوش کناں

کہتا[۱۱] ہوں جو اے بھائی سن یا قرار
کہ جاہل نہ ہو یا رہو یا قرار

امر ہے خدا کا مسلمان پر
مسلمان و اہل ایمان پر

ایتا سن امر کا لومن کو ریار
سنے پر سو ہووے تیرے دل کو قرار

خدا کا کہا سن تو قرآن سوں
بولے ہے کیا؟ سنو سنو کان سوں

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنو اتقو اللہ وابتغو الیہ الوسیلۃ

جو اے شخص ایمان کے لیان[۱۲] ہار
وسیلہ کرو دیکھو دنیا مجھار[۱۳]

وسیلہ کے معنے جو بیعت کرو
جو بیعت کرو پیر کامل دہرو[۱۴]

شریعت طریقت میں فائق اچھے[۱۵]
حقیقت پچھانت[۱۶] میں لائق اچھے

یہ واجب ہے جملہ مسلمان پر
مرد ہور عورت و کل انسان پر

کنیز گر اچھو گر اچھو یا غلام
بلوغت مینے جن کا ہووے مقام

عمر جن کی ہووے پانزدہ[۱۸] سال میں
بلوغت کو پہنچیا وہ سب حال میں

اگرچہ وہ بیعت کرے نہ بشر
گنہگار ہوئیں گا سن اے پسر

ع۱ اشعار ع۲ یہ ع۳ ہووے ع۴ ڈھونڈ ع۵ نام ع۶ سے ع۷ آگے ع۸ شفاعت ع۹ اتنا
ع۱۰ اور ع۱۱ کہتا ہوں ع۱۲ لانے والے ع۱۳ منجدھار ع۱۴ رکھو ع۱۵ رہے ع۱۶ پہچاننے
ع۱۷ رہو ع۱۸ ۱۵

سکم تو ہے پندرہ برس بر اے یار — تو اپنی عمر کے اوپر کر شمار
جو چالیس پیچھے پنج ہا[۱] اور ساٹھ — گذر گئے ہیں تیرے اوپر کرکے داٹ
یو ضائع عمر کیوں کیا اے عزیز — اے کم عقل غافل دنیا کے بیچ
جو فرماتے ہیں یہاں محمد نبی — سنو اے مسلمان بھایاں[۲] سبھی

قال علیہ السلام من لا شیخ لہٗ فلا دین لہٗ

یو[۳] کیا بولتے ہیں خدا کے رسول — اسے سن کے ایمان سے کر قبول
جسے پیر نئیں سو اسے دین نئیں — جسے دین نئیں وہ مسلمان نئیں
جو واجب خدا اور سنت رسول — کہ اس حکم کوں بھی کرے جو عدول
مگر اس کو یہ جو ہے کافر کتا[۴] — ہے غفلت کی مستی میں نئیں ہے متا
بھی سن اس کے اوپر حدیث دگر — جو کہتے ہیں آپ خیر البشر

قال علیہ السلام من لا شیخ لہٗ فشیخ الشیطان

کتے ہیں نبیؐ جس کے تئیں پیر نئیں — اسے پیر شیطان ہے اور کہیں
کوئی غفلت میں پڑ کر ہوئے ہیں پیر — جو شیطان کو اپنا کرتا ہے پیر
خدا کی طرف سے نہ کرتا ہے منہ — یا شیطان کا ہوج[۵] رہے گا تو
بزرگاں نے بولے ہیں انکے اوپر — سنو اے مسلمان تم کان دھر
جو بے پیر طاعت عبادات کرے — بجز فرض کے کچھ ریاضت کرے
مگر سن کیا کتا ہوں اے ناقص جہول — خدا کی[۶] عبادت نہ تیری قبول
جو کبھی تو کرے بے حد روزہ نماز — نہ ہووے محنت وعظ و نیاز
یہ سب تیرا کرنا سو ناچیز ہے — بجز پیر کرنا یہ سب ہیچ ہے
مسلمان ہوں کر کتا[۷] پر کہیں — نہیں لاج اپنے ہے کہنے کے تئیں
خدا کے امر سے تو بیزار ہے — دنیا کی فکر میں گرفتار ہے
بڑی سخت میانی تیری اے جوان — خدا سے جو رہتا ہے سو بے ایمان
خدا کا حکم یوں ہے قرآن میں — اسے سن کر لیا عقل اور دھیان میں

قال اللہ تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق

---

۱ پینسٹھ (۶۵) ۲ بھائی کی جمع ۳ یہ ۴ کہتا ۵ ہو کر ۶ کے پاس

یہ آیت سو بیعت کے حق ہے جان
یہ سن کر سبھی اس پہ ایمان آن

مگر کی کرامت شان شوکت یہ بھول
سو اس بھولنے کے اوپر ڈال دھول

دے کر تجھ کو تمثیل کہتا ہوں سن
بھی اس کے اوپر سوں تو با نردہن

اگر کسی کا پیسہ جو جاتا ہے کھو
تو پھرتا ہے ڈھونڈتا وہ آزردہ ہو

دیے انے بتائیں پھریں دیکھتا
پھرے کیوں وہ جا بوذ دانو انا لکتا

وہ پیسہ عمر کے سو خرچے ہے کیا
جو ڈھونڈتا ہے یہی یوں گما برا گھابرا

وہ پیسہ سال مہینہ تو بی
یا ہفتہ یا یک روز سار سبھی

یا ایک دن کا سار خرچہ گھر کا ہے
اتا نیا نہیں نا کچھ سینے بھر کا ہے

ولے اس کے ایسے میا ہی نہ جان
جو ڈھونڈتے ہیں باہر بہتر گھر انگن

اے طالب خدا کے ادھر کان دھر
یہ تمثیل سن اور ارمان کر

خدا کی محبت اگر ہے تجھے
اسی دھات مرشد کو ڈھونڈنا سچے

بڑا ئی یک دیوے جلد اس کے سار
کہ دن رات تو ڈھونڈ کر اس کو کاڑ

قال علیہ السلام الرفیق ثم الطریق

اول راہ منزل کو کر گد اے رفیق
بھی پیچھے سے اس کے سو چلنا طریق

اگر ہے وسیلہ جو اس راہ سے جائے
تو پوچھو دغا خواہ مخواہ وہ سو کھائے

اگر تو علم بیچ ہشیار ہے
ولے تو بھی مرشد سو درکار ہے

یہ سن کیا کہتے ہیں صاحب حال یہاں
ادھر آ تو پھرتا ہے بھولا کہاں

بیت

این ہمہ علم جسم مختصر است
علم رفتن براہ حق دیگر ست

علم پڑھ کے ظاہر کے مت ہو غرور
کہ یہ علم دنیا میں ٹینگا وفور

کہ سینہ بہ سینہ کا جو ہے علم
سو یک دل اوپر دم لگا لیکر قلم

سو مرشد کو گر ڈھونڈتا سوا سے
عمر جیب کے کھوتا ہے کس واسطے

جو العلم نکتۃٌ کہتے جس کو خاص
سو وہ علم ہیں گا سو مرشد کے پاس

بھی سن اس اوپر عاشق نے یہ فرد
عمر ضایعیان مگنا اے عارف تو

عمر گر ضائع گئے صد سال در بحث کیتان فرد
سر حق بے مرشد کامل کہیا وصل شود

عمر جو ضائع کرے وہ سو برس
جھگڑتا رہتا ہے تا بے عبث

وے سر حق کہوں کہ ممشاد سوائے
وہ کامل جو ہووے واصل تے دلائے

ع‍ـه ممشاد دینوری

مگر پوچھ اے یار جا ہر کہیں جو ہادی لغیر از ہوا آیت نہیں
مطول وا ضیعہ ہرے دیکھتا یا عاقلاں و کاملاں ستی پوچھتا
توں ہرگز نہ مل سے تجھے یہ علم اگر تو کرے سب یہ ضائع جنم
نحو صرف کا علم ایلاڑ[۱] ہے بجز یہ علم اس کے سو بیلاڑ[۲] ہے
سو استاد اس علم کا ڈھنڈ[۳] کاڑ جو وہ علم تجھے کرے آشکار
یہ ایلاڑ کا علم پردہ ہیں سب یہ دیئے کون کر دل ستی[۴] دور اب
مگر تجھ کو اس راہ کی نئیں خبر تو بھی گنگ ہو بیٹھا ہے اے بے خبر
ولے تجھ کو اس کی نہ لذت ہے یاد توہی تو ہے شہسوار ایس دل مجھا
اسے دل میں دم کو ملا کر تو دیکھ ڈرے مت تو اس تے[۵] اگر ہے تو نیک
یہ وہ ہے کہ جس کو کہتے خاص ہیں ولے خاص سو خاص یہ خاص ہے
بھی اس میں ملا دیکھو تو یار کو اسی یار دلبر وفادار کو
ولے جس کی تقدیر میں ہوئے یہ وہ بھی اس کو پاوے گا یہ یار رہو
بجز یار کیوں کر وہ کرنے میں آئے جو جب تک نہ وہ آپکو کہہ بتائے
بزرگاں نے بولے ہیں ایک فرد اس اوپر یو کہنا ہوئے سن کاں سوں ہوش دھر
تہی دستاں قسمت را چہ بہ شد از رہبر کاملاں کہ خضر از آب حیواں تشنہ می سکندر بلا
اگر جس کی قسمت کا خالی ہے ہاتھ وہاں کامل جو کرے کیا سو بات
وہ جوں کہ خضر نے سکندر کے تئیں لے آیا بحر آب سوں اس کے تئیں
کبو بھی کریں کیا خضر وہاں علاج سکندر ہوئے کم نصیبا جو آج
اس دہات[۶] مرشد کریں کیا کہو جو طالب ہوویں قسمت کا معذور ہو
ولے ایک مرشد کوں درکار ہیں کرے اس لو کو نقش سنوار ہیں
یو لازم ہے مرشد کوں طالب اوپر کرے پرورش کی نظر اس اوپر
بھی جو اس کے مفہوم کا ہووے گا سو وہ اپنے مفہوم سن پاوے گا
وہ آپ شیخ[۷] ناقص ہی ہور خام ہووے تو طالب کا کیوں کر کہو کام ہووے
کہ کہے وہ نئیں ہیں اے فرد مند یار جو خاموش اپنے میں کیا ہے بچار[۸]
وہ جوں جس کے آوے سمجھ کے[۹] مجبر بھی دیساج[۱۰] بولے سو اے نامور
جو مرشد ہووے خام رسم جیسے تو ویسے تے کوئی فائدہ کیا لگے

ع۱ ایلاڑ ظاہر ع۲ بیلاڑ باطن ع۳ نکال ع۴ سے ع۵ سے ع۶ طرح ع۷ آپ ہی ع۸ فکر
ع۹ میں ع۱۰ ویسا ہی

یو سچ ہے کہ یا اس میں ہے کچھ خلاف — سو بولو نہ وہ اوڈو دہ چپ لی کا الفاف
تو اے بھائی مرشد سمجھو دیکھ کر — جو دیوے شیریں مطلب تجھ کوں خبر
تجھے تیرے دل بر کہ ان کے لے جائے — لے جا کر تجھے اس سے وہ ملائے
یا مارگ[1] تو بھی اس کے گھر کا تجھے — بتادے رسید[2] بانت جو توں یو جیئے
دگر نئیں تو سودا تیرا خام ہے — میں کہتا ہووے کیا تجھ کو کچھ خام ہے
یو کہنا میرا تجھ سمجھ کے بہتر — جو آیا نہیں یا سودے بچل کر
اے بھائی اس واسطے عارفاں — کہتے ہیں جو کر پیر مت کر فغاں
ولے اس پوس عاشقاں کا کلام — جو ہوئے مدعا سن کو تیرا تمام
وہ برزخ ذات صفت تحت شد فوق — پھر عاشق نرہا بی نمایہ کل نفس ذوق شوق
جو برزخ صفت ذات ہور شد مد — ہو پھر تحت ہور موق کوں کر نہ رد
وہ کہتا یو عاشق کے تئیں دم بدم — پھر ذوق شوق کوں اس کے سارے جنم
یو مطلب سو اس کا بجز پیر یار — نہ کہتے معمہ تجھے ایک بار
اگر تو کرے پیر دہرے طالب — تو معلوم ہووے تجھ کو یو بھید تب
بجز یار رہبر کہ کیوں کر تجھے — کہ یو باٹ[3] کیوں کر سمجھے تجھے
یو جب راہ دلبر کے عاشق ادیر — کھلے تب آنے اس یو باندھیا کمر
سو وس کا بیاں کر کر تجھ کو سناؤں — تو عاشق ادیر اس کے یوں گرہے دعاؤں
رشتہ دل کردم انگلیز دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست
وہ رشتہ سو اپنا سو جس کل میں بی — لے جاویں جہاں اس کے خاطر میں آئے
ولے اس کا مطلب تجھے کہہ سناؤں — جو سن کر جو بیٹھے سو آ اس کے چھاؤں
وہ تاگے کا کافر سو زنار کر — ہمی دیکھتے ہیں دائم گلے کے بھیتر
وہ زنار عاشق کہوں تیرے ساتھ — کہ سن کر جو جومیں آ اٹھی کے ہاتھی
خدا کا محبت سو زنار ہے — وہ گردن میں عاشق کے نت[4] ہار ہے
وہ رشتہ خدا کے محبت سو ہیں جنے[5] — سٹیا عاشق سوں وہ ایس کل منے
ہمی مختار معشوق ہے اس ایر — لے جاوے جہاں وہ اسے کھینچ کر
وہ دونوں جہاں کا ہوا بادشاہ — ہمی اس کو برابر ہے شاہ گدا

ع۱ مارگ = راستہ ع۲ اخلاق ملفہ ع۳ راستہ ع۴ ہمیشہ ع۵ جس نے

بڑا اور نہنا[1] اس کے ان کے جو آئے | جو آویں سو اس کوں سجدہ بجائے
سنیا اب جو رشتہ کا تو سب بیاں | ایتا تو بھی اس کی محبت کی جان
کہ بدنام ہوتا کہا توں نہ کر | جو انسان ہیں یا تو ہیں جانور
سو دئے بول سارے سنے سب جواں | یو کہنے کا میرے برا تو نہ مان
جو بولے گا ایں تجھ یو ہوتا اثر | لکھا یوں ہیں خطریاں کے تیئں دل میں دہر
یو خطریاں کا کر دور دل سے خشم | نہ سنگ[2] اللہ پکڑ پیر کے آ قدم
بنرا[3] اس سے لا کے سو جھاڑو لے ہاتھ | سکل دل کے تیئں جھاڑ تو دس[4] رات
وہ جب پاک ہووے بھتر[5] بہار سوں | بھی تب دیکھ لے اس میں یار کو
سو مرشد کے کرنے کا یہ ہے ثمر | کرے گا تو پاوے گا اس کا اجر
کہ کر دل کے اوپر تیں کر معقلا | کہتے ہیں جیسے لَا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ
بھی جب کہیں منرا اس کا تیں پائیگا | گئے عمر پھر بھی تو پچھتائے گا
کہ ہے یہ یو ضائع کیا کیوں عمر | یو شیطان پھر کر سٹیا تجھ اوپر
بھی اس پر تیں افسوس کر کو روئیگا | بھی رہیا تو روتے کیا ہوئیگا
گئی چیز بازی سو آتی ہے ہاتھ | یہ وہ چیز نیں پھر جو اس کے ہاتھ
گیا رات اور دن سارا گذر | گیا سو مگر پھر کہ آتا مگر
سو بولو مجھے یار اس کا جواب | کہو کوئی سمجھو کر ایسے با جواب
اسی دھات تیری جو گئی عمر سب | سو عمر کیا تیرے ہاتھ آتی ہے اب
سو اس جائے پر شیخ بولے ہیں وعظ | ہے کیا خوب ان کے یہ کہنے میں راز

فرد

امید بستہ امر آمد و لے چہ فائدہ باز انکہ | امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید

امید باندھے پر آتے ہیں اے جواں | و لے فائدہ کیا ہے اس تے ندھان[6]
یہ امید نیں[7] عمر گزری ہو آئے | یو پھر آئے گی جو ایس تے گئی
یو کیا بات نادانگی کی کہے تمیں[8] | جو کرتے ہو نادان ہو کر تمیں
یو ناحق ذکی یا عمر رات دن | کہو یو سو تجھ کوں دیا عقل کون
ایتا تو بھی باقی رہے کو سنبھال | نہ کر اس کو اے یار حیب پامال
کہ بہتر ہے بیعت تو کر پیر سوں | نہ کھا دل میں خاموشی کے تیر کوں
و لے نیں تو سن یہ نصیحت کی بات | جلتے گھر کا بھانسا وہ نکلا سو لابھ[9]

ع۱ چھوٹا ع۲ ساتھی ع۳ لجداران ع۴ بھر ع۵ اندر باہر ع۶ آہستہ ع۷ نہیں ع۸ تم نے
ع۹ فائدہ

اگر تیرے بیعت کے کوں آڈا ئے ۔ یا تحت ہوئے بھی گر تجھ کوں سکھائے

۲۰. اسے توں سمجھ دل شیطان کر ۔ وہ ہے راہ زن اس پو لا حول پڑھ

یا ماں باپ تیرے یا ہو آشنا ۔ تو ابلیس ہے کر اس کو یوں کنا[1]

وہ تیرے جو راہ بیچ کرتا خلل ۔ عزازیل سوں[2] کب وہ کم ہے اول

توں اس کے کہے پر نہ کر دل کو خام ۔ نبی ویسے احمق کے لے لب کا جام

خدا کی عبادت کوں کرے مگر ۔ ولے اس میں کہہ تیرا کیا ہے ضرر

جو شیطان حیلوں پو کر کمان ۔ لے آتا ہے جن جن کے کیوں درمیان

جو بیعت میں تو کبھی حیلہ لگا ۔ اسی کوں کہتے حیلہ شیطان کا

اے سن بھائی تحقیق کر اپنا رب ۔ جواب نا کیا پھر کرے گا سو کب

کہ اول صحبت توں ہوائے کہ عقل ۔ وہ تب تیرا کہنا وہ پکڑے گا بل

جو عاشق کے دفتر میں اے مقام ۔ لکھیا نیں گیا جب لگ تیرا نام

۲۱. وہ تب لگ تو جینا تیرا ہے عبث ۔ پکارے سوں ہوتا ہے کیا بول ہوس

ولے پیر کو چھوڑ ڈھالیاں کے تئیں ۔ پکڑتا کہ پھرتا ہے ناحق سو وہ نئیں

بھی اس کے سو تحقیق کرنے کے تئیں ۔ سو مرشد ہے لازم پو جا پوچھ کئیں

بجز پیر حق کو بتاوے گا کون ۔ حقیقت سو اسکے سناوے گا کون

سو اس راہ میں یار رہبر ہے پیر ۔ طریقت بیچ[4] ہے راہ کا دستگیر

اگر ہونا تجھے معرفت کا محل ۔ تو کر پیر ہوے معرفت تجھ پہ حل

بھی[3] واصل کرنا ہے حق اس کا جان ۔ غلط نئیں پو ہے راست تحقیق جان

کہ جب تو کرے پیر پاوے وصل ۔ تو واصل ہوا بوجھ اے ماہ[5] نول

وہی ہے محمد وہی ہے خدا ۔ پو تینوں سو برزخ میں نئیں ہے جدا

وہ صغریٰ جو برزخ کہتے ہیں جسے ۔ کبریٰ ہے کر سمجھ تو اسے

۲۲. وہ صغریٰ کبریٰ میں پردہ ہے تنک ۔ او پردے کے تئیں یک طرف کاڈ[6] بھی

سمجھ اس کو مرشد سوں اے بے خبر ۔ نکو بیٹھ[7] انکھیاں کے تئیں موند[8] کر

عجب پو محل ہے عجب ہے صدا ۔ جو پردے میں اگر جو دستا خدا

جو عاشق ہیں سو ہیں اسی کام پر ۔ سو اس بات کی کیا خبر عام پر

پو ہے کام فرداں کا سنوارے گلی ۔ نکو پوچ اس تل جانو لی

۱ تو ۲ کہنا ۳ سے ۴ طریقت ہی ۵ منیا جا نہ ۶ نکال کر رکھو ۷ بغیر سمجھے بوجھے عمل نہ کر ۸ للہ کرکے

ولے[1] ایسی جرأت اہو کی کنے[2] — بتاویں خدا کو جو آپس منے[3]
مگر یہ عجب اپروپ[4] ہے محل — تو یہاں نا سمجھ کے سو کم ہے عقل
سنیا نیں تو اے باہوش یار — کتے ہیں جو ڈونگر ہے کاڑ سکے کاڑ[5]
کسی کو سو[6] ڈونگر ہے کاڑ سے اوٹ — کسکوں سو کاڑ سکے ہے ڈونگر کے اوٹ
سوے پیر سے بھی خدا یوں ہے دور — کہ جیسا زمیں سے ہے آسماں سور[7]
٢٣. خدا عاشقاں میں سو بھرپور ہے — ولے منافقاں سو وہ دور ہے
مگر ایسی جرأت ہو سکے بہتر — خدا کو بتاوے آپ کے اندر
ولے دیکھنا کہتا ہوں انکھیاں نہ موچ[8] — یو جرأت ہے سن یار مرشد کے بیچ
طریقت منے پیر احمد اچھے[9] — جو احمد کتے[10] سو محمد اہے
وہ ہے پھر حقیقت کے اندر ہے رب — جو یک یک جدا کر سنایا ہوں سب
جو ایماں میں تو ہے ثابت کر — کسی ایک عاشق کے قدماں پکڑ
اگر تیرا ثابت جو ہے اعتقاد — تا پاوے گا تو جو ہے تیرا مراد
اگر صدق تیرا جو ہے ڈانوا ڈول — تو پھر بھائی میرے اور کیا ہے بول
ہے بازی سو یاراں کا ہے قاعدہ — جو اڑنا ہو بے پیر سو ہے فائدہ
کہ کرنا اپس کے مشقت بیاں — دکھانا وہ عالم میں کبر اپنا شان
٢٤. اے سن یار اول تو بندہ تو ہو — بزرگاں پھر خدا کے سو باتاں کہو
سو ویسے کے حق میں سو یوں عاقلاں — کہتے ہیں سو ہوش ذہیر عاقلاں

مصرع

کس نگوید کہ دوغ من ترش است

سو کوئی جھانچھ اپنی کو کھٹی ہے کر — نہ کہتا ہے کوں لینے ہار یاں بہتر
مگر کوئی زباں پر لکھے اس کو لے — تو تب کچھ وہ معلوم اس کو کرے
جو محبت پڑے پیر ہر یک کہ قدلہ — یو معلوم ہوتا ہے سن اے بشر
بھی ویسے یہ عالم درندوں کے تئیں — زباں کے درند ہور پرندوں کے تئیں
کہتے ان کو عارف خالی ہے واں — اور ان کو جب کر اپنا سنا
سو اس جائے پیر بھی بزرگاں اجل — کہے اس سخن کوں وزن میں سو تول

ع۱ لیکن ع۲ کسی کے پاس ع۳ اپنے میں ع۴ کمیاب یا نایاب ع۵ نکال ع۶ جا تو ع۷ سوریا۔ سورج
ع۸ بند کر ع۹ ہے ع۱۰ کہتے

تکلم الناس علی قدر عقولهم

ہر یک کوئی بھی بات کرتا ہے سو — وہ اپنی عقل کے موافق سو وہ
اپنا بارہویں صدی کے بہتر — اے شیطان کی خاصیت کے بتر
۲۵۰ خدا ان کی صحبت سوں دیوے پناہ — سناوے نزان کی زباں سوں گناہ
کہ بعضے مشائخ کو لئے آئے ہیں یار — وہ عالم کوں ستاتے ہیں گمراہ جو خوار
خدا کے نماز اور روزہ سیتی — وہ منکر کرتے ہیں وہ بدخصلتی
ایسی بات بعضے جو نہ کرتے ہیں میں — سنے سو وہ سن ہووے بے یقین
سمجھتے میں کچھ ہم بے کہیں جانتے — کہ ایسے سو باتاں کو چھپانتے
پڑے خاک اس جاننے کے اوپر — بہ کینہ جو کافر ہوا ایسا کفر
امر سوں جو منکر ہوا شخص جوں — خدا اور رسول سوں ہوا جانوں
کہ بعد از بھی اس کو سوجا گا کہاں — بھی ویسے کے تیئں سو یہاں نہ وہاں
سو خلقت بھی ویسٹیح بے بوج ہے — کسی بات کی نا سمجھ سوج ہے
جب بیٹھو گردن ہلانے سو کام — کئے وارہ کیا و غلط کہتے ہیں عام
۲۶۰ ولے یوں سمجھتے نہیں دل بہتر — جو اوقات ضائع ہو ہوکے ہے کر
بھی مشغول رہنا اپنے جی ٹھار — جو باتاں کا سن کر نفع کیا ہے یار
بیٹھو چپکہ خاموش اے نیک ذات — جو بکواس کرنے میں کیا ہے حیات
عجب بات ہے منہ جو تھکتا نہیں — مغز اسی بکنے تے کیا دکھتا نہیں
جو یوں نہ بکیں خاص ہور عام میں — تو عام کے آوے گا کیوں کام میں
بعضوں نے پایا ہے اس کا ہنر — جو روزی گرم ہوئے کیوں تازہ تر
جو کرتے ہیں اس دہات خنداں فریب — سمجھتے جو تھنا کوں ہے اس میں زیب
ولے مارتے ہیں مشقت کا دم — خدا ایسے لوگاں کا راکھے بھرم
اگر وہ کرلیہ تا جو استران — تو عورت وہ یو نگڑی پلیں گستراں
جو ایساں کا طالب خدا نہ کرنا — یو روزگار عالم ہے کر بولنا
۲۷۰ پڑے خاک ایسے سو پیدائشی پر — سو اس جیب اور اس گرم آگ پر
اول کے بزرگاں کے احوال کوں — خبر ہے یا نیئں ان کی کچھ حال سوں

ع۱ کہلانے ع۲ ویسی ہی ع۳ بے کار باتیں ع۴ اس طرح ع۵ ہم کو ع۶ ایسے کی

طمع کوں وہ دل سے سٹے تھے اکھاڑ
ہوا حرص مارے زمیں پر پچھاڑ

وہ آگے نہ پیچھے اپے کچھ دھریں
کہی عالم اوپر فیض جاری کریں

نہ کرتے تھے دل میں سوسوئے کے روش
کہ بتے کام جو کچھ موافق حدیث

قال علیہ السلام لا رَدُّ وَلا کَدَّ

اگر کوئی جو طالب ایسں شوق سوں
جو لایا تو لیتے تھے وہ ذوق سوں

ہوا آکے جو حاضر جو از غیب پر
سمجھتے تھے اس کو سوبے عیب کر

وہ کرے کے زر کچھ نہ تلاش کوں
وہ پھرتے کمر باندھ دو ہاتھ سوں

سو اس پر نہ رکھتے تھے وہ کچھ نظر
وہ ایسے صبحیاں سوں کرتے حضر

ولے ان کی اس بات پر تھی نگاہ
جو غفلت خدا کی نہ ہووے ایتا

مگر جس وہ بستی میں جاویں بریں
خدا واسطے سب کوں دعوت کریں

جو بے یار کوئی شہر میں نا رہیں
بے مشغول ہوں کرکے نا کوئی کہیں

جو خالی کے کوئی آئے ان کے طرف
لیجاوے وہ بھی اپنے دل کا صدف

چھپے در لیئے اس منے بہا
جو قسمت میں ہے دانہ انتہا

خدا کے یو رہتے تھے یوں کام پر
دیگر فیض ان کا تھا کل عالم پر

وہ خلقت خدا کے اچھے بار حیاں
کہ جن تے سو یو فیض ہے گا رواں

ایتا اب توں نقلاں میں عالم بھلا
وہ کرتے ہیں مضمون ہور مبتلا

سو ایسے لوگاں سے ڈرنا ہے یار
پکڑتے جو اوڑ در ہوا کے شکار

ولے آپ کو آپ کئے نیں خبر
جو بیٹے چھند کرتے ہیں عالم بھتر

جو دنیا کے تیئں باہر یاد رکھی
بلی ہو کے بیٹھے ہیں جو ہے کو تک

سو اس جاگہ پر بیاں خدا کے خلیل
کتے کیا ہیں محبوب ربّ جلیل

قال علیہ السلام القناعۃ کنز لا یفنیٰ

قناعت خدا کا بڑا گنج ہے
یو دنیا میں کس کے تئیں راج ہے

یو فانی نہ ہووے قیامت تلک
جو دنیا میں گروہ جیتے تلک

ہر یک مارتیں قناعت کا دم
ولے ٹھہرتے نیں سو اس پر قدم

ہیں اس مال ہو رگنج سوں بے قدر
سو صد آفریں ان کی ہمت اوپر

ع جڑ سے نکال دینا

خدا پر نظر کبھی نہ رکھتے ہیں یار　　　　تو کل کی جڑ کو سٹتے ہیں اکھاڑ
صبر اور تقوی یک لذ بشر　　　　ناحق دوڑتے ہیں ادھر سوں ادھر
اسی واسطے کیا یو بگڑے ہیں کار　　　　یو عالم کے انساں کے تیں منڈ بیار
اگر ہیں جو طالب خدا کے تمے　　　　تو دوسرے کے مطلب کو پہنچو برین
خدا کچھ دیا ہوگا توفیق کوں　　　　کرو دوستی فیض کے بحر سوں
اگر کوئی پیاسا جو پانی کا آئے　　　　پلاؤ اس کے تیئں نا وہ محروم جائے
ولے خوب آزما اسے دیکھ کر　　　　جو صاحب قدر ہے یا ہے ناقدر
بزاں جام دے اس کو اسرار کا　　　　جو لائق ہار ہے ہو کے تجھ درگاہ کا

باب فقرا

دگر باز اور اونٹ بسن ذکر　　　　کیا ہوں اسے بھی یو یہاں کھول کر
خدا کی محبت ہے مانند باز　　　　یو اسوار ہے اونٹ نانی دراز
جو خالص محبت ہوے حق کو ولے　　　　تو اسوارہ ہووے زیر اس کے تلے
کسی طرف سے کبھی نا رکھے خطر　　　　تو وہ ہووے گا اس سو کا فرسور
سو بنا یو ہے عاشق فقیراں کا کام　　　　جو ہیں منزق اس طرف ہر صبح شام
وہ دنیا کے عالم کے کیا مان جنے　　　　جو بولیں گے اس طرف کے کا ہنے
خدا کے یو ہے خاص لوگاں کا کام　　　　جو فقرا میں رہتے ہیں دائم مدام
ولے کوئی جب تک ہوا نیش فقیر　　　　کہ تب تک وہ کیوں ہوئے گا راہ گیر
عجب ہے فقر میں فقیراں کی چال　　　　جو ان کی سو باطن کا ہے یو حال
سمجھتے وہ مرشد کو معبود کر　　　　سو تب ان کو کیا ہے یو بحر و بر
جہاں تک گیر و کے فقیراں میں چال　　　　ان میں سو چیشتیہ ہیں کم سوال
نہ کسکوں سو اپنا سنا وے فقر　　　　دکھاویں نہ کہا کسکوں اپنا فقر
وہ رکھتے ہیں سیر کے لگا ایسا قرب　　　　وہ لیکن وہ رہتے ہیں خاموش لب
نہ جل کر کریں اوسی سوں بھی　　　　کتا کوئی تو سمجھاویں اس کا سخن
مگر کبھی نہ پھریں پھر اکسی کوں منہ　　　　یتیمی سوں اپنے رہیں سرنگوں
ولایت تو ہے حیثیت کر آشکار　　　　دکھن ہند کے ملک ہر ایک ٹھار

عجب حیثیت کا گھر سو ہے بارگاہ — املتا ہے چشمہ سو اسرار کا
۳۲. کہ بعضے سو کہتے گدا ہور شاہ — کئے ہیں جو آ حیثیت میں سجدہ گاہ
جہاں تگ ہیں جو حیثیت کے پہلوان — جو لیتے ہر ہر مکاں در مکاں
کہ ادنیٰ و اعلیٰ جہاں تک ہیں یار — ولایت کے ہیں شجرہ وہ باردار
فقیراں یتیماں غریباں تمام — ہدایت کرنہار ہیں خاص و عام
بھی بعضے فقیراں جو ہیں شاہ باز[۱] — وہ کہتے سو باتاں سوں ہیں بے نیاز
یو بولے سخن جو قلیل و کثیر — ولے یو کیسے ہیں گیرو کے فقیر
بڑا شخص کا غمز کا ہے آشنا — خدا کو کیا بوجھے گا وہ کن گناہ
فقیر اپنے پڑھ علم اسرار لب — کہ من عرف کا وہ تحصیل سب
قل سیروا فی الارض سنے جب فقیر — کئے سیر آسماں و زمیں کا خمیر
یو ظاہر زمیں پر کرو مت گماں — دگر ہے اس تے زمیں آسماں
۳۳. ولے اس کی تمنا کہاں ہے خبر — جو بولیں نہ کئے کئی کو اسے وعظ کر
مگر ایکے مشکل ہے پانا شمار — بجز یار کے اے سوائے افتخار
فقیراں ہیں حق کے کئے معتبر — ولے ان کے حق جانتا ہے قدر
فقیراں کا حق پاس عالی مکان — فقیراں کا وہاں دیکھنا کیا ہے شان
سنیا ہوں بزرگاں سوں فقیراں کا حل — یو سب سوں آنگے پانچ سو برس سال
کہ جنت میں ہووینگے داخل سو وہ — بھی ایسا سو رتبہ ہے کن کا کہو
فقیراں کے ہے اس فقر کوں شرف — کئے ہیں جو تحقیق وہ یک حرف
کہ تب عرش اوپر ہے ان کا گذر — بھی ہیں لامکاں سوں اونن ایک تر
فقیراں نے امارہ سو امکاہ — کیا سیر سب ملہمہ دلبر کا
رہیں مطمئنہ منے کر قرار — کہ تب ان سے راضی ہے پروردگار
۳۴. کہ امارہ کافر ہے دشمن بڑا — بدی پر سو مستعد ہو کر کھڑا
بھی سو ماننگا کیا ہے دیکھو نیاز — زہد اور تقویٰ اور روزہ نماز
دیکھو ملہمہ کا جو جو رہتی فکر — کنندہ امر عقل حکمت اوپر
جو ہیں مطمئنہ میں خصلت یو ہے — خدا کے امر سوں نہ غافل ہے یو

[۱] حضرت خواجہ بندہ نواز گا تخلص۔ دکنی ادب کی تاریخ از ڈاکٹر زور ص ۹

کہ امارہ آتش ہے سو لوا فہ باد — جو ہے ملہمہ آب رکھے دل میں یاد
ولے مطمئنہ کا خصلت ہے خاک — اسے ہوش میں رکھو ایسا لیکر چلا کر
ولے بھائی اتنی ہے کس کی عمر — جو آکر پڑے ایسے بکھیڑے بہتر
بھی ایسی سو فرصت کہو ہے کسے — جو یو کو لُٹا بیٹ کر کوئی کہے
ولے بھائی نقطے کی تحقیق سید — اسی میں ہے طالب کا مطلب اکر
بہت کیچ نہیں ایک حرف کا ہے کام — اسی حرف میں ہے مدعا تمام
۳۵. سنو اس کے اوپر حدیث نبی — جہاں تک جو بیٹھے ہیں یاراں سبھی

قال علیہ السلام من اللہ عزّوجلّ خدٌ وحدٌ

کرے کوئی طلب حق نے جس بات کا — وہ ہے یک سبب اس کے تئیں پائے گا
تو اے بھائی توں کر قصد اس طرف — نکو ہو سو غفلت کا تیرے حرف
سو سن اس ابر ہے بحر الہی کلام — جو سن کر کھلے کان تیرے تمام

قال اللہ تعالیٰ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت

جہاں تک ہے خلقت خدا اے یار — سو جا ئیں گے سب موت کوں ایک بار
تو کرلے توں اس میں کچھ اپنا کام — یہاں رہنے کوں یا نہیں کچھ مدام
یو بانا فہم بیچ لیا تا نہیں — کہ آخر کوں پچھتائے گا پھر تہیں
عجب ہے سترتوں کوئی مگر ولے — بھی محبوب اپنے کوں ناتواں توں جے
ہر یک عشق میں ہیں گا ہر ایک کے ساتھ — تیرے عشق میں کیوں پڑیا ہے ممات
جو مارے گا تئیں اس کی رکھتا خبر — توں انساں ہے توں یا ہے جانور
۳۶. یو بجل کے کیوں نبی کو لگے دنیا نحس — خدا کو گر یا تمی ہوئے شوق جس
نظر کرکے دیکھو جو دنیا کدھن — تو گندگی سوں بدتر ہے اے یار من
خدا کو بھی سمجھ کر سو توں — سو دن رات رکھو اس منے آپ کوں
جب توں کرے اس کی کچھ پیروی — تو آوے گا تب ہاتھ وہ معنوی
نہ ہووے پیروی اسکی مرشد سوا — جو ظاہر میں مشرق سوں مغرب ہو جائے
اپنا اب تو پیری مریدی کا کال — ہوا ہے سو مانند وہ روز گال

عہ۱ کو گلہ عہ۲ تو ہی عہ۳ جانے

برس کو سو جانا مریداں کے گھر　　اچھا خوب کھانے و لینے کو زر
خبر ان کے کبھی گھر کی رکھتے نہیں　　تو کیا حال ہے کر سمجھتے نہیں
رکھے ہیں نگاہ خوب کھانے برباد　　تو اس واسطے تو سو بگڑے ہیں لاچار
جو ایسے باتاں پورا اکھے نظر　　تو کیا ان کی پیری مریدی مگر
۳۷. مریداں بھی اس وقت کے بے یقین　　وہ کیسے ہیں جیسا کے روپئے میں نہیں
نہ رتبہ سمجھتے ہیں کچھ پیر کا　　سمجھتے ہیں اس کو سوا سید کا
انکھیاں کھول کر دیکھ تو اے جہول　　ہے باطن میں تیرا خدا اور رسول
پھر کوئی ہو پیر سوں بے یقین　　تو سن وہ ہو فی ضلالٍ مبین
خدا نے کہا کیا سو سمجھو اے بشر　　کہ لیعنے پڑے گا ضلالت بھتر
تو مرشد سوں ہرگز نکو منہ پھیرا　　غلامی میں اسکی سدا سا کھڑا
ثنا صفت اس بعد کسی کی نکر　　سمجھ اس کو معبود اے بے خبر
ولے سب سے مرشد کوں بہتر سمجھ　　وہ تیرے اصل میں ہے اس بات بج
نہ مرشد بغیر از تیرا کاج ہے　　تجھے دیکھنا اس کا معالج ہے
بجھانت کا اس کی نہ رکھے خبر　　تو آدمی کتا یا کتا اس کی خر
۳۸. مشاہدہ جو کرتا ہے تو جس کا رب　　سمجھتا ایسے کر کے معبود اب
ولے یو سخن سو طریقت کا ہے　　بھی اس میں بجھانت حقیقت کا ہے
بجز پیر کیوں بجھانت میں آئے　　اگر عقل اور ہوش سو دوڑ دھائے
کیا نہیں جنے پیر اپنا یہاں　　وہ دیکھے گا رب کو سو کیوں کر وہاں
کہ جوں کہہ گئے ہیں بزرگ خدا　　سو وہ ہے بیاں سن کرے تو سدا
جناں کاندر جہاز دید بانی　　بباید تا دہد از رہ نشانی
اگر آں دیدبان در وے نبوے　　بجز غرقش نبود ہیچ سودے
کہ جوں دیدبان ہر بان سوں الا جہاز　　بتاتا ہے وہ رہ رہ کے تیئں کر آواز
اگر وہ نہ ہوے دیدبان اس منے　　تو ہوے غرق کشتی سو پل منے
ارے بھائی اس بات کو تو سمجھ　　یو سن کر سو کر دل میں اپنے درج
۳۹. جو ہے دیدبان پیر ہے سو جہاز　　یو غفلت ہے دریا کے مانند دراز

جو ہووے جس کے ہیں یارو وقف ہشیار
وہ دریائے غفلت سوں ہووے گا پار

وگرنیں تو مشکل ہے اس ہمتر
کہ چلنا یو سیدھا سو مارگ پر

تجھے آ کھیلا[١] تو ڈرے کا پڑا ہے
بڑے گرڑے[٢] تجھے لڑنا پڑا ہے

نفس کا دیے والے سو ہو کر تو تیل
بانٹے سے محبت ذوت اجالے میں پھیل

بڑے ہیں گرڑے کھودرے اس منے
تو کہتا ہوں کیا سن سو تیرے کہنے

ہی کھائیاں بھرائیاں نیچا اور اونچا
اندھاں ہے دیکھ آنکو لے بچا

دگر چور عیار اور راہ زن
ہے اس راہ میں کرہیں کوں جتن

ہر یک یک منزل کے رہیں گا گاؤں
ہزار کوس بعد از ندریاں ٹھاؤں

نہ بستی نہ کھانا نہ پانی وہاں
یو منزل کٹے کیوں سو بولو بیاں

کہ صحبت عجز اور بغیر از جلال
اروغی بغیر از ہے کٹنا محال

جو کہتا ہوں کیا تجھکوں سن تو صرف
یو سننے کے تئیں کان دہرو اس طرف

کہ اے راہ میں صحبت کو مرشد لے ساتھ
مجاہدے کے دیئے[٣] پکڑ اپنے ہاتھ

جو دس کوس جاتا ہے کوئی مور رانڈ
تو یک روٹی لیتا ہے کمر میں باند

بھی سنگت کو صحبت بھی درکار ہے
اندھارے میں دیا[٣] بھی درکا ہے

توں جاتا ہزار کوس کی سر منزل
تو کیا تجھ کنے ہے سو کہہ مجھ اول

اگر تجھکوں اس بات کی نیں خبر
جو کہتا ہوں سو ساتھ لے اے بشر

صبر اور تقوی آرزو فالا باند
ہزاراں بے فکر چل توں مانند چاند

یقیں اعتقاد اور ایمان کا
یو سودا ہے یہاں آپکی جان کا

کہ ہن کہاں دٹے سنگرام[٤] کہتے ہیں سو
ہے سنگرام ہونے کا میدان یو

ایسا کون ہے سرکوں اس راہ میں
دیوے لیا کہ معشوق کے چاہ میں

ولے کی کوں اس بات کا شوق ہے
خدا کا نہ کی یار کوں ذوق ہے

بھی آخر کوں معلوم ہووے گا جب
تو روئے گا سر مار ہو رسا رشب

جو بے پیر ہے سو سدا خوار ہے
وہ دنیا میں مانند مردار ہے

اول تو برکت نہ اس گھر منے
سمجھ لے اے بے پیر توں دل منے

نہ جیسے پیرت[٥] ہے وہ سیار کے
جو منکر خدا کے ہیں گفتار کے

سنوا ے مسلمان بھایان ایس
بھی اس کے گھر کا ہے کھانا عبس

سبب جو خدا کے وہ کہنے اوپر
یقیں اس کا برگشتہ ہے اے بشر

١؎ گڑھا - ٢؎ گڑے کھدے ٣؎ چراغ ٤؎ جنگ ٥؎ رونق

مگر ان کوں یو بات کرے ہے قبول
جسے بیاز[1] بڑی ہے کرنا وصول

سوائے وڈے بڑے ہر جد اکھے نظر
دکھا سو بھی کن ہوگا وہ بشر

ولے اس نے سمجھا ہے اس کو خدا
تو کیا اس کو کرنا خدا مصطفےٰ

کہ آخر کو معلوم ہووے گا یار
جو کچھ یو کیا ہے تو دنیا جھار

یو باتاں کو بوجا ہے خوب کر
ولے گر یو باتاں سینے تو حذر

یو دوزخ کے سار سرا انجام ہے
تو ان کرتا سو کیا یو بھلا کام ہے

تیرے حق میں سب سانپ بچھو ہے یار
جہنم میں کھاویں گے تجھ پھاڑ پھاڑ

یو دنیا کا دنیا میں رہ جائے گا
نہ رویا نہ پھر توں نہ لے جائے گا

بشنو در بیان حضرت آدم علیہ السلام

خبر تجھ کوں آدم کے احوال سوں
دگر نیٹ تو معلوم کر اس کوں توں

یو کہتے ہیں کیا آپ محبوب رب
سنو اس بھی کہنے کوں اے یار سب

قال علیہ السلام خلق اللہ آدم علی صورتہ

جو آدم خلق اپنی صورت اوپر
کیا حق تعالیٰ نے سن اے بشر

تو کہنا سو آدم کا ہوئے مرتبہ
ولے اس سخن میں سو کیا ہے شبہ

بھی اسی کے اوپر سن بزرگاں کا قول
نہ رہے سنے بعد پھر دل یو جول

وجود نہ دارد کسے بغیر از خدا
ہمیشہ ہونست قائم بجا

وجود کس کے تئیں نیں بغیر از خدا
ہمیشہ وہی ہیگا قائم بجا

دیگر قول پھر مولانا روم سن
یو اس محل پر آپ بولے ہیں ان

گر نہ بودے ذات حق اندر وجود
آب گل را کے ملک با سجدہ

نہ ہوتا اگر ذات آدم بھیتر
فرشتے کسے سجدہ سو کرتے مگر

ولے جب وہ شہرت اتھا قال کا
مگر اس مینے تھا گذر یاس کا

ملائک نے ملکر کئے تب سجدہ
بھی دیکھے جو اس میں نہاں اور نمود شد

بھی ایسا نکل کر وہ سب سوں بہار[2]
کو آیا[3] ہے بھی سب کا پروردگار

یہی دوست کا ہے وہ سارا محل
ولے یو سمجھنے کسے ہے عقل

مگر سب میں لے شوق انسان سوں
وہ رکھتا ہے سن یار توں کہاں سوں

[1] شود سے میرا خیال ہے کہ درمیان میں چند صفحات تلف ہو چکے ہیں کیونکہ اس کے بعد والی بیت "اخوں" سے شروع ہونے والی تھی لیکن بیت شروع ہو رہی ہے لفظ "بھی" سے (مرتب)
[2] بہار۔ بھار۔ باہر [3] کہلوایا۔ کہاں سے

ہمی سن اس کے اوپر سوں رب کا کہنا
انا انت و انت انا

جو میں ہوں سو توں ہے وہ توں ہے سو میں
کہا یوں ہے رب نے محمدؐ کے تیئں

خدا آپ کہتا ہے سن اس کے تیئں
جو ہوئے سن کے اعتباد تجھ دل کے تیئں

حدیث قدسی الانسانُ سِرّی وَاَنا سِرّہٗ

کہ انسان میرا سو اسرار ہے
جو میں بھید اس کا وہ مجھ یار ہے

میرے اور اس میں بھی اتنا جدا
ولے وہ جو بندہ ہے میں ہوں خدا

میرے بھید کے ہے میرے پر خبر
پڑیا ہوں جو بندے پنے کے بھتر

ولیکن یو ویسا[۱] ج ہے یو محل
میرا[۲] بخ یو کھل کہتا ہوں کل

کہیں اپنا آپ ذات بندہ ہوا
لکھا ہو کے سجدہ ابس پر لوا

کسی محل پر بھی خدا ہوئے[۳] کر
سو لیتا سجدہ بشر سوں مگر

سنے بات یو کوئی[۴] چھوٹا بڑا
تو کھڑے ادات کوں دل ہووے گا برا

کہ یو کیسے باتاں ہیں الٹا اے یار
ولے اس کا یوں کر سو پاؤں شمار

سو یہاں گما برامت ہوا اے یارمن
ہمی سن مولوی روم کا یو سخن

رباعی

علم صوفی خط و علم حق نقطہ
در وجودے نقطہ باشد وجود خط

نقطہ جنبش کرد با آمد پدید
لیک جسمے خویش سود رعئے ندید

دیکھو بھائی یو علم صوفی ہے خط
سمجھ خوب یہاں علم حق ہے نقط

مگر جبکہ نقطہ نے جنبش کیا
اسی نقطہ سوں خط یو ظاہر ہوا

ولیکن اے جسم اپنے کے تیئں
ہمی درمیان اس کے سو دیکھا نہیں

دلے یار یو تحت نقطے ہے بات
مگر بھید نیارا ہے اس کے سنگات

سو وہ کھل کہتا ہوں سن اے میاں
سنے پر سو یو بھید ہوئے عیاں

یو قدرت جہاں تک ہے یو سب ہے خط
یو سب خط کا اپے خدا ہے نقط

جو جنبش دیا ذات نے اپنے تیئں
ہوا اس کا کل یو سو میزان وئیں

کہیں ہو کھڑا ہے زمیں آسماں
کہیں عرش کرسی کہیں لامکاں

کہیں ہو کے پربت کہیں ہو شجر
کہیں پھول پھل ہو کہیں جن و بشر

ولے یو کہاں تک سو خط کا بیاں
سناؤں تجھے بول کر اے میاں

جہاں تک جو کچھ دیکھتا ہے توں خط
اصل میں جو دیکھے تو سب ہے نقط

۱؎ ویسا ہی ۲؎ میرا ہی ۳؎ ہو کر ۴؎ ہر کوئی

ولیکن جو آدم کا آپ سروپ　　کبھی چلتا و پھرتا سو ہے وہ سروپ
اپنا اب تو یو آپ آدم بشر　　کیا ہے اصل کوں سو اپنے بسر
پڑا ہے گا حیرت کے دریا منے　　وہ ڈھونڈتا آپ کوں کسی منے
وہ مرشد کوں ڈھونڈتا ہے بھی آپ اتال　　مرید ہو کہ پاؤں خدا کا وصل
وہ مرشد اپے ہور اپے مرید　　وہ آپے قطب ہور آپے فرید
بیاں کر سنا تا ہے کھول اپنا راز　　کنے کن سو کتا کیے کن دراز
عجب اس کے اسرار کا ہے یو کھیل　　و لے دے ابلیس کوں سو وہ سن بجہ کھیل
کہ تب کیں بھلنے لگا تو اپنے تئیں　　کبھی میں میں جو کرتا ہے وہ ہوں سو میں
نظر تل جو دستا سو وہ ہے بندہ　　نظر سوں جو نیارا سو وہ ہے خدا
یو خط ہور نقطے کو دو کر نہ جان　　و لے ایک کر بوجھ ان کو نہان
و لے یو محل تجھ کو سپڑے گا بول　　سنا ہوں اظہار کر کے اس کو کھول
مگر توں بھی ویسا چلتا اے بشر　　ولیکن تجھے آپ کی نئیں خبر
پڑیا ہے یہاں دھو کہ وہ حیرت میں آ　　تیرا تجھ کوں معلوم نئیں کیوں ہوئیگا
مگر اس کا مرشد ملے تجھ کوں جب　　تو بوجھے گا آپ آپ کوں یار تب
جو اس بھید کا کوئی ملے یار کہیں　　تو سمجھا ئیگا بول وہ تیرے تئیں
کہ تب تک تو حیرت میں حیران ہے　　سمجھیں سو اس کے پریشان ہے
کبھی دو سرے وضع آپ کہتا ہے رب　　کتا ہے سنو اے مسلمان سب

حدیث قدسی الانسان سرّی و صفتی

منیب اور فائب ہیں کہنے میں دو　　ولیکن جو ہیں اصل میں ایک وہ
کہ انسان ہے صفت مجھ ذات کا　　تو واقف ہے تجھ سے ہر بات کا
چھپا نئیں میرا بھید کچھ اس سے　　تفاوت میرے اس کے ہے یک رتی
کہ جب اصل کے نقل کے اور بھتر　　تفاوت جو ہوتا ہے سن اے بشر
و لے یو محل حدیث کا اہے　　نہ کچھ جائے عبدیت کا اہے
کہ ظاہر میں نئیں وہ اصل اور نقل　　ہیں طالب منے ایک اُٹھ دیکھ چل
خدا اگر چہ بے صفت ہوتا اگر　　تو مشکل تھا اس کا ہو پانا مگر
صفت سوں نج اس کا وہ پایا گیا　　جگہ کیے جس میں سمایا گیا
زمیں آسماں عرش کرسی سے وہ　　بلند اور بڑا سب مکاناں سے وہ

۱ آہستہ ۲ موقع

ولے کاں وہ رہنا اچھے گا ہے مگر   سو اس بات کا کوئی بوجھو خبر
جگہ کیے وہ جس میں پروردگار   سمایا ہے آکر اپنے آشکار
بجز ذات مرشد کہ اس کا بیاں   کرے کوئی اس کے بغیر عیاں
ولے ہے یو مشکل مگر اس کو نہ کھول   سناتا ہوں تمثّا[1] اپنا اس کوں بول
صفت ذات کہتے سو یو ایک ہے   ولے صفت میں ذات کوں دیکھیے
خدا آپ کہتا ہے ظاہر کلام   سنو اے مسلماں بھایاں[2] تمام

قال اللہ تعالیٰ و فی انفسکم افلا تبصرون

خدا نے کہا کیا سو لوڑے بھائی سن   اگر ہیں تیرے میں بشر بن کے گن
جو ہوں میں تیرے ذات میں اے بشر   انہیں دیکھتا تو مجھے کر نظر
۵۰ خدا کے کہے کا نہ کسی ہوش ہے   سو اس بات کا ہائے افسوس ہے
بجز پیر کیوں کر وہ دسنے میں آئے   جو بے پیر محرم اس راہ سے جائے
صفت ذات بولیا او پر ایک کر   وہ ہے بے خبر کہا کھول کر
صفت ذات وہ ایک ہے کس تراں   جو اس کا سو کر میرے آگے بیاں
کتا ہوں اسے سن اے عارف وجود   سنے پر سو ہر ایک کوں ہوئے سود[3]
سناتا ہوں تجھ کہہ کے یک داخلہ[4]   عجب داخلہ ہے یو سن چپ بھلا
اچھوں بھائی دریا و کف مل کے آب   وہ ہے غلط اس حقیقت منے ایک سب
سبب کیا جو اس کاج اس میں ہے وہ   ولیکن وہ کہتے ہیں آتا ہے دو
جب اپنی صورت کو بدلیا اُنے   تو تب نام دوجے کا پایا اُنے
کہی جب موج نے مار کر لیتے ملا   وہ دونوں ہوئے یک میں یک خلا
۵۱ بزاں ناؤں کف کا وہاں سوں رہا   جو دھریا اتھا موج[5] دریا ہوا
کئے موج نے مار دونوں کو ایک   سو وہ موج کیا ہے سمجھ کر سو دیکھ
اپنا پیاں[6] سوں تینوں کا سن توں بیاں   سنے پر سمجھ ہووے تجھ پر عیاں
اصل میں جو دریا سو وہ ذات ہے   کہی کف سو صفت اس کے سنگات[7] ہے
جو وہ موج سو عاشق ہے خاص جاں   کیتا ذات میں لیا کے داخل بجھاں
ولے عشق کی موج نے مار کر   دیا صفت کوں ذات کوں ایک کر
بزاں پھر ہو ذات میں ذات سار   وہ دونوں کا ملکر ہوا ایک آکار[8]
دیکھو وہاں صفت ہو دنا ذات ہے   جو ہے کوئی مگر پھر نہ کچھ بات ہے
ہوا پھر ایکیں گے کا سارا عمل   رہا بجز میں توں کے کرنے کا حل

ع۱ تم کو ع۲ بھائی کی جمع ع۳ نفع ع۴ داخلے یکنٹرس استعمال ہوتا ہے دلیل، ثبوت کے معنوں میں ع۵ ہی ع۶ یہاں ع۷ ساتھ ع۸ روپ

نہ مومن وہاں نہ مسلماں ہے
نہ کافر نہ مشرک نہ ایمان ہے

۵۲. بھی اس محل میں نا خدا اور رسول
نہ کعبہ نہ بتخانہ ما در بطول

نہ وہاں کچھ ہے جانے حلال و حرام
نہ کس کا ہے وہاں کس سیتی کچھ کلام

بتانے کے تئیں وہاں نہ کس سار ہے
وے ناد[ع۱] وہاں اور بہ بکار[ع۲] ہے

وہاں آپ نے خدا اور بندہ اپے[ع۳]
فگر نے ایس کی عبادت اپے

نہ ناسوت ملکوت جبروت ہے
نہ لاہوت ماہوت ہاہوت ہے

نہ وہاں عرش کرسی نہ لوح و قلم
نہ وہاں زیست نا موت نا دم قدم

نہ وہاں کچھ کسی کا ہے نام و نشان
نہ چندر[ع۴] نہ سورج زمیں آسمان

بھی کہنے کے تئیں وہاں نہ دن رات ہے
اجالا اندھارا[ع۵] نہ کچھ بات ہے

نہ وہاں کچھ ہے دسنے[ع۶] کو ارض و فلک
اکیلا اپے ہے الگ ہے الگ۔

کہ یہاں وہاں بتلانے کا بھی لا ہوئی نئیں
جو یہ وہ کہنے کا کچھ مال نہیں

۵۳. بھی نزدیک اور دور کہتے ہیں سو
سو یو بھی نہیں وہاں اے یار ہو

نہ کس بات کا بھی ہوا جنگ ہے
ہو اس محل میں عقلاں[ع۷] دنگ ہے

وے محل ہے اولہ دستا[ع۸] نہیں
بھی کیا اس کوں کہنا وہ سمجھتا نہیں

دیکھو تو نظر تل نہ دستا وہاں
کہ سچ اس کو کہتے ہیں تو لامکاں

عجب یار حیرت کا ہے یو ہے محل
وے کم ہے یہاں عقلاں کی عقل

اگر اس کا چاہتا ہے کرنے کوں سیر
تو اول سو کر بیر ہو سب سوں غیر

عقل کوں اٹھا ہوش کوں پھینک دے
بھی وہ شیئے کے مانند پھر دل کا لئے

مجاہدہ شب بیداری اس کے اوپر
توں کر بھائی ہے تجھ کوں خواہش اگر

تو جب سو کرے یاد کارات دن
نہیں کوئی دوسرا سو اس ذوت بن

جسے ڈھونڈتا تھا وہی سو وہ
سو اس نقش کوں دل سوں مت کر سہو

۵۴. وہی رب تجھ پر وے نئیں خبر
پڑا ہے گا آ توں شبہت کے بھتر

اسے اس سے تجھ کوں محبت میں ڈال
بتاتا ہوں اس کا اشارہ اتال

جو محبت سوں تجھ کوں سو اسکی خبر
سو تحقیق ہووے گا تیرے اوپر

تو سمجھے گا حق کوں سو حق کر کے حق
کرے گا شبہ کے اوپر دل کوں شک

اسے دیکھنے کے طریق میں وے
وے سب سوں مالک اپے بہتر سو لے

مجاہدے کے کرنے سیتی بے دھڑک
جسد روح ہوتا ہے نئیں اس میں شک

جو اس دوتے دل ہوئے روشن تیرا
بھی اپنا اپے ہووے گا سربراہ

ع۱ ناد = آواز ع۲ چیخ و پکار = شور و غل ع۳ اپنے آپ ع۴ چاند ع۵ اندھیرا ع۶ دکھائی دینے کیلئے
ع۷ عقل کی جمع ع۸ دکھائی نہیں دیتا

بھی لجد از سو کہیں اس وجود کے بہتر
سو ہے فکر علوی میں توں سیر کر

یو علوی وجود ہور سفلی وجود
جو کہتے ہیں کسی کوں سو کر مجھ نمود

اخوں بھائی مرشد لغیر از یو بات
نہ کہا ہے بجز یا لے یو متشکلات

٥٥۰ ایسے اس تے بیر کہتا ہوں کر
وہ سب بات کی تجھ کوں بولے خبر

ترت دیکھ لے اس تے ایسے
ایسن ہاتھ کنگن کوں کیا آرسی

جو مانے اگر تجھ تیرا شوق ہے
نہ مانے اگر تو تیرا ذوق ہے

اے شیرے سو خوبی کوں کہتے میں جواں
اگر شوق میں تیرے آوے تو ماں

کتا ہوں عجائب سخن یک دگر
سنو اے مسلماں ہو کان دھر

جو یک وقت حضرت نبی ذات کوں
ہوا تھا یدا عالم غیب سوں

حدیث قدسی قف یا محمد اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّی

کھڑے ہو محمد سو آیا آواز
خدا جو تمہارا ہے کرتا نماز

سبحان اللہ کا کیا محل حیرت کا ہے
سنو تو یو کیا بات غیرت کا ہے

تو کیا ہے سدا یاد مشکل کہل
جواب اس کا کیا دیو ہے یو محل

خدا کے کرنے لگیا وہ نماز
کہ امر کا ہی ہے کوئی خدا کا دساز

٥٦۰ نماز کسی کی یو لو جو کرتا ہے وہ
سو کوئی یار سن کر جواب اس کا کی

سنو تم سوا ے یار اس کا جواب
یو سنکر بجا لاؤ اس کا آداب

وہ جب شوق غلبہ کیا ذات پر
ہوا شوق میں مست اور بے خبر

سنو اس سخن کوں اے یاراں تمام
عجب ہے کلاموں میں نادر کلام

وے محل یو سب حقیقت کا ہے
نہ بجھے یو شریعت طریقت کا ہے

وہ اپنی تجلی اپے دے کر پیاں مگر
سو عاشق اپس کا آپ پر

وہ ایک تھی سو دسرا ہوا آپنا اپے
ہوا عاشق اپے دیکھ پر سو عشق اپے

جو ہوا میلا اس حسن کے اوپر
ہوا عاشق اپے اس کو معشوق کر

لگیا دیکھو اس کوں بجھانے اپے
وصل اپے اس سا تھی جانے اسے

پڑا اس کے تب آرزو کے بہتر
لگیا عشق سو اس پہ کرنے نظر

٥٧۰ - - - - - - - - کا جب شراب
اس پر محمد کا دھرایا خطاب

٥٧١ - - - - - - - - - ایک ہے
اسے دیکھنے کا وہ درمیں اہے

ع۱ اسی لیے کہتا ہوں